وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین

حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نیز

خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ اور ائمہ کرام رضی اللہ عنہم

کے مجمل حالات

اقتباس از "مرآۃ الاسرار"

مؤلفہ

حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی قدس سرہٗ

۱۰۰۵ھ ـــــ ۱۰۹۴ھ

مترجم

کپتان واحد بخش سیال

صوفی فاؤنڈیشن لاہور

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

Marfat.com

931

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین

حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نیز

خلفاءِ راشدین، عشرۂ مبشرہ اور ائمہ کرام رضی اللہ عنہم

کے مجمل حالات

اقتباس از "مرآۃ الاسرار"

مؤلفہ

حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی قدس سرہٗ

۱۰۰۵ء ——— ۱۰۹۴ء

مترجم

کپتان واحد بخش سیال

صوفی فاؤنڈیشن لاہور

Marfat.com

58654

جملہ حقوق محفوظ

ناشر : صوفی فاؤنڈیشن ۲۰ دربار مارکیٹ لاہور
طابع : معظم پرنٹرز دربار مارکیٹ لاہور۔
اشاعت اول : ۱۹۸۵ء - ۱۴۰۵ھ
قیمت : ۱۵ روپے
تعداد : ۵۰۰

ملنے کے پتے

القمر بک کارپوریشن
گنج بخش روڈ۔ لاہور

مکتبہ ذوقیہ شہیدیہ
رحمت علی کتب فروش
بیرون دربار باباصاحبؒ، پاکپتن شریف۔

Marfat.com

فہرست

طبقہ : ۱

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے بیان میں ۔ ۔ ۔ ۴

ذکر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵

ذکر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۔ ۔ ۲۰

ذکر امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ۲۴

ذکر امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ۳۰

ذکر امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ۳۶

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضؓ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ″

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴۱

حضرت طلحہ بن عبیداللہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴۲

حضرت زبیر بن عوام رضؓ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ″

حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴۴

حضرت سعد بن زید رضؓ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴۵

حضرت زید بن حارث ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ″

اصحابِ صفہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴۶

طبقہ : ۲

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ائمہ کرام رضؓ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۵

حضرت امام حسن رضؓ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۷۲

حضرت امام حسین رضؓ امام زین العابدین ۔ ۷۷ ۔ ۸۳

حضرت امام محمد باقر حضرت امام جعفر صادق ۔ ۸۵ ۸۶

حضرت امام موسیٰ کاظم رضؓ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۹۰

حضرت امام موسے رضا رضؓ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۹۲

حضرت امام ابوجعفر محمد رضؓ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۹۵

حضرت امام ابوالحسن علی نقی رضؓ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۹۷

حضرت امام ابومحمد رضؓ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۹۹

حضرت امام ابوالقاسم محمد رضؓ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰۱

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طبقہ اول

حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

خلفائے راشدین

اور

عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم

کا

مجمل بیان

Marfat.com

ذکر سرورِ کائنات فخرِ موجودات سرورِ انبیاء خاتم رسل بزرگترین اولاد حضرت ابراہیم خلیل الرحمن وبہترین خلائق کون ومکان از قید بشریت پاک محبوب حق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف

روضۃ الاحباب میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سوموار کے دن ہوئی۔ اور وحی کا نزول بھی سوموار کے دن شروع ہوا اور حجرِ اسود کو بھی اپنی موجودہ جگہ پر آنحضرتؐ نے سوموار کے دن رکھا۔ مکہ معظمہ سے ہجرت بھی سوموار کے دن ہوئی مدینہ منورہ میں بھی سوموار کے دن داخل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بھی سوموار کے دن ہوا نیز حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت دس ربیع الاول کو ہوئی اور بعض کے قول کے مطابق ماہ ربیع الاول کے پہلے سوموار کو ہوئی۔ اور اہل سیر (سوانح نگار) کی اکثریت اس پر متفق ہے کہ سال فیل میں تولد ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت طلوعِ آفتاب کے بعد ہوئی جبکہ سورج برج حمل میں تھا اور وہ دن رومی ماہ نیسان کی بیسویں یا اٹھائیسویں یا پندرھویں تاریخ تھا اور فرس کے مہینوں کے مطابق ماہ دے کی سترھویں تاریخ تھی۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ نوشیروان کے عہد کے ابتدائی بیالیس سال گذرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت باسعادت ہوئی اور سکندر رومی کی وفات کو آٹھ سو بیاسی سال گذر چکے تھے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زمانے سے آپ کی ولادت تک چھ سو سال گذر چکے تھے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی ولادت باسعادت تک چھ ہزار سات سو پچاس سال اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے چار ہزار چار سو نوے سال۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تین ہزار ستر سال۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو ہزار چھ سو سال۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے ایک ہزار آٹھ سو سال، ذوالقرنین سے آٹھ سو بیاسی سال اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ سو سال گذر چکے تھے کہ آپؐ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

جب عمر شریف چھ سال کے قریب ہوئی شق صدر واقع ہوا۔ (یعنی آپؐ کا سینہ مبارک فرشتوں کے ذریعہ چاک کرایا گیا) اور روضۃ الاحباب میں شق صدر کے باب میں مختلف روایات درج ہیں۔ سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ شب معراج میں واقع ہوا۔ جب آپؐ کی عمر چھ سال کی ہوئی آپ کی والدہ ماجدہ آمنہؓ کا انتقال ہو گیا اور آپ کے دادا حضرت عبدالمطلبؓ نے آپؐ کی تربیت کی۔ جب آپؐ کی عمر آٹھ سال ہوئی حضرت عبدالمطلبؓ جن کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور دوسری روایت کے مطابق بیاسی سال تھی رحلت کر گئے۔ وفات کے وقت آپؐ کے چچا حضرت ابوطالبؓ سے وصیت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت کریں۔ جب آپؐ کی عمر شریف بارہ سال دو ماہ اور دس دن ہوئی حضرت ابوطالبؓ نے تجارت کی غرض سے ملک شام کا سفر کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہمراہ لے گئے۔ وہاں ایک راہب تھا جو تمام نصارا میں زہد و پرہیزگاری میں کمال کا درجہ رکھتا تھا اور اس نے انجیل اور دوسری آسمانی کتابوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات معلوم کر کے حضرت ابوطالبؓ سے بیان کیے اور کہا کہ آپ کا یہ بھتیجہ نبی آخر زمان ہے۔ نیز اس سفر میں نصارا قوم کے اکثر راہبوں نے حضرت ابوطالبؓ کو یہ خوشخبری دی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بیس سال ہوئی اکثر ملائکہ اور دیگر رجال الغیب آپؐ پر ظاہر ہونے شروع ہوئے جب آپؐ کی عمر پچیس برس ہوئی حضرت خدیجہؓ بنت خویلد نے جو قریش قوم میں بہت معزز اور اجمل تھیں آپؐ کے ساتھ شادی کی خواہش کی اور حضرت ابوطالبؓ نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ جب ولادت کو پینتیس سال گذر گئے قریش نے خانہ کعبہ کو جس کی عمارت خراب ہو چکی تھی از سر نو تعمیر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تعمیر کعبہ میں شریک رہے اور حجر اسود کو اپنے ہاتھوں سے اس کی موجودہ جگہ پر نصب فرمایا۔

Marfat.com

جب عمر شریف چالیس برس ہوئی آثارِ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ نزولِ وحی سے پندرہ سال پہلے آپ آوازیں سُنتے تھے اور سچے خواب دیکھتے تھے اور نزولِ وحی سے بیس سال پہلے آپ روشنی دیکھتے تھے اور سال میں ایک مہینہ آپ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ اس کے بعد مکہ معظمہ آکر سات مرتبہ طوافِ کعبہ فرماتے تھے اور پھر اپنے گھر جاتے تھے اور وحی سے چند سال پہلے پتھر اور درخت آپؐ پر سلام کہتے تھے۔ آپ یہ سُن کر حیران ہوئے تھے اور حضرت خدیجہؓ سے بیان کرتے تھے وہ سُن کر خوش ہوتی تھیں۔ جب اکتالیسواں سال شروع ہوا آپ حسبِ معمول غارِ حرا میں تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے سامنے ظاہر ہوئے اور سورۂ کریمہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ۔۔۔۔ الی آخر تعلیم کی۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صفا اور مروہ کے درمیان لے گئے۔ اپنے دونوں پاؤں زمین پر مارے وہاں سے پانی کا چشمہ نکلا۔ پہلے انہوں نے خود وضو کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کی ترتیب بتائی اس کے بعد آگے بڑھکر حضرت جبرئیلؑ نے دو رکعت نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اقتدا کی۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ وضو کرنے اور نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے۔ اور آج تک یہ سُنت مشائخ میں جاری ہے کہ مرید کی تلقین کے وقت اُن کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھتے ہیں۔

اور روضۃ الاحباب میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کئی طریق پر ہوتی تھی۔ ایک سچے خواب کی صورت میں دوسری یہ کہ جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر القا کر دیتے تھے۔ تیسری یہ کہ جبرئیل علیہ السلام آدمی کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے اور اکثر وحیہ قلبی کی صورت میں ظاہر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کرتے تھے۔ چوتھی صورت یہ تھی کہ گھنٹی کی آواز کی صورت میں وحی نازل ہوتی تھی۔ پانچویں صورت نزولِ وحی کی یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیلؑ کو اپنی اصلی صورت میں دیکھتے تھے۔ چھٹی یہ کہ آسمان پر شبِ معراج میں آپ پر وحی نازل ہوئی۔ ساتویں یہ کہ حق تعالیٰ کے ساتھ آپ بلا واسطہ اور بغیر کسی حجاب کے کلام کرتے تھے۔ جس طرح کہ حدیثِ معراج میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ ایک بزرگ نے یہ مضمون اس طرح ادا کیا ہے۔ بیت

Marfat.com

دید محمد نہ بچشم دیگر ، بلکہ ہمیں چشم کہ دارد سر

(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور آنکھ سے حق تعالے کا دیدار نہ کیا۔ بلکہ انہیں سر کی آنکھوں سے کیا۔ یعنی دل کی آنکھوں سے باطنی نظر سے نہیں۔ بلکہ جسمانی آنکھوں سے)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے والی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد تھیں۔ اس کے بعد اس دن یا دوسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ اس کے بعد حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ ایمان لائے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے اور جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فیض اسلام سے فیض یاب ہوئے اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد جس مرد نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق روضۃ الاحباب میں سب سے صحیح روایت وہی قرار دی گئی ہے۔ جو پہلے بیان ہوئی۔ اس کے بعد عشرہ مبشرہ میں سے پانچ حضرات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت کی وجہ سے ایمان لائے۔ ان میں سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ دوسرے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، تیسرے حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، چوتھے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور پانچویں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کے بعد دوسرے دن حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ مشرف باسلام ہوئے۔ اس جماعت کے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلم کھلا اسلام کی دعوت شروع کی۔ جس سے کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر دست ظلم دراز کیا۔

نبوت کے پانچویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے ظلم کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دوسرے دس آدمیوں کے ساتھ مع بال بچوں کے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ یہ حضرات حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی مدد سے وہاں رہے۔

Marfat.com

نبوّت کے چھٹے سال حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ جن کی وجہ سے اسلام کو بہت تقویت پہنچی۔ نبوت سے دسویں سال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوطالبؓ بن عبدالمطلبؓ نے رحلت کی جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا۔ اس کے بعد آپ مکہ معظمہ سے طائف وغیرہ کے قبائل کی طرف تشریف لے گئے اور دعوت اسلام دی اور کافی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ طائف سے واپسی پر راستے میں ایک جگہ آپؐ پہنچے اور قیام فرمایا۔ جب رات ہوئی تو سات اور بعض روایات میں ہے کہ نو جن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُن کو آپؐ نے اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے فوراً قبول کر لی اور مسلمان ہو گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ جب اپنے گھروں کو جاؤ تو میرا پیغام اپنی قوم کو پہنچانا۔ انہوں نے یہ بات تسلیم کی۔ کہتے ہیں کہ وہ سات جن یہودی جن تھے۔ جب وہ اپنی قوم میں گئے تو ان کو بتایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک کتاب نازل ہوئی ہے۔ اس پر تم ایمان لے آؤ۔ یہ سن کر بہت جن آنحضرت کو دیکھے بغیر مسلمان ہو گئے۔ چند دنوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن مسعودؓ کو ساتھ لے کر باہر تشریف لے گئے۔ اس روز بارہ ہزار اور بعض روایات میں ہے کہ ساٹھ ہزار جن اور ایک روایت میں ہے کہ چالیس جھنڈے تھے اور ہر جھنڈے کے نیچے بے شمار جن تھے۔ یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ بنت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت سودہ بن ربیعہ سے عقدِ نکاح فرمایا۔

نبوت کے گیارھویں سال قوم انصار کے اسلام قبول کرنے کی ابتدا ہوئی۔ چھ شخص جو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آئے ہوئے تھے۔ مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری ان میں سے ایک تھے۔

نبوت کے بارھویں سال معراج واقع ہوا۔ بعض روایات میں ہے کہ نبوت کے پانچویں سال معراج واقع ہوا۔ بہرحال اس بارے میں کچھ اختلاف ہے۔ لیکن قولِ اوّل سب سے زیادہ صحیح ہے اور اسی سال جبرائیلؑ کے توسط کے بغیر معراج کے وقت پنجگانہ نماز فرض ہوئی۔

Marfat.com

نبوت کے تیرھویں سال بیعتِ العقبہ واقع ہوئی۔ قبیلۂ انصار کے سات آدمی مثلاً کعب بن مالک رض اور اسعد بن زرارہ رض وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ایمان کی پختگی اور اخلاص کا مشاہدہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بیس صحابہ کے ہمراہ مدینہ منورہ بھیجا۔ اس کے بعد کفارِ مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو اس بات سے آگاہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلا کر خود رات کو گھر سے باہر نکلے۔ حضرت جبرائیل و میکائیل کو اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رض کی حفاظت پر مامور کر دیا۔ تاکہ کفار ان پر دست درازی نہ کر سکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پر تشریف لے گئے اور وہاں سے ان کے ساتھ غارِ ثور میں تشریف لے گئے۔ تین رات دن اسی غار میں رہے۔ اس جگہ حضرت صدیق اکبر رض کو سانپ نے کاٹا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن اس مقام پر لگایا تو وہ فوراً ٹھیک ہو گئے۔ کفار نے بہت تلاش کی۔ لیکن حق تعالیٰ نے ان کی نظروں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپا لیا تھا۔ تین دن کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رض کا لڑکا ان کی ہدایت کے مطابق دو اونٹ غارِ ثور کے سامنے لایا۔ ایک اونٹ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور دوسرے پر حضرت ابوبکر صدیق رض سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو اہلِ مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پرجوش استقبال کر کے سعادت دارین حاصل کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ قبا میں اترے۔ لوگ جوق در جوق آتے رہے اور مشرف بالسلام ہوتے رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد تین دن مکہ میں رہے۔ لوگوں کی امانتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ادا کیں اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابھی آنحضرت مقامِ قبا ہی میں تھے کہ حضرت علی رض پہنچ گئے۔ پیدل چلتے چلتے آپ کے پاؤں میں آبلے پڑ گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک ان پر پھیرا تو فوراً درست ہو گئے اور ان کے پاؤں میں کبھی درد نہ ہوا۔

ہجرت کے پہلے سال عبداللہ بن سلام جو علمائے یہود میں سے تھے۔ اسلام لائے اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی تعمیر کی اور اسی سال نماز جمعہ ادا کی اور لمبا خطبہ

Marfat.com

پڑھا اور یہ جمعہ کا پہلا خطبہ تھا۔ اسی سال دو رکعت نماز ادا کی (یعنی نمازِ جمعہ میں) اور نمازِ ظہر اور عصر میں چار چار رکعت نماز مقرر ہوئی پہلے دو دو رکعتیں پڑھی جاتی تھیں اور نمازِ فجر اور مغرب دستورِ سابق کی طرح رہیں اور اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارث رض اور ابو رافعہ رض جو آنحضرت ص کے آزاد کردہ غلام تھے کو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کو مدینے لانے کے لیے مکہ بھیجا۔ اسی سال حضرت سلمان فارسی رض ایمان لائے۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان برادرانہ قائم فرمایا اور پچاس مہاجرین اور پچاس انصار کو عقدِ مواخات (برادری) میں جوڑ دیا۔

روضۃ الاحباب میں صحیح بخاری سے منقول ہے کہ اس برادری کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کے اندر اور برادری قائم فرمائی۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمر رض کے درمیان، حضرت طلحہ رض اور حضرت زبیر رض کے درمیان، حضرت عثمان رض اور حضرت عبدالرحمٰن رض بن عوف کے درمیان اور اپنے اور حضرت علی رض کے درمیان۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃ (تو میرا بھائی ہے اس دنیا اور آخرت میں)، اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پنج وقت نماز سے پہلے آذان کا حکم فرمایا اور حضرت بلال رض کو اس کام پر لگایا اور اسی سال عاشورہ کے دن روزہ رکھا۔

ہجرت کے دوسرے سال رجب کے مہینے میں سوموار کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی ایک مسجد میں عصر کی نماز پڑھا رہے تھے اور بیت المقدس کی طرف منہ تھا کہ دوسری رکعت کے رکوع کے وقت وحیِ الٰہی کے مطابق کعبہ کی جانب رُخ کرنے کا حکم ہوا اسی وقت آپ نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا۔ آپ کے ساتھ جماعت صحابہ کرام رض نے بھی کعبہ کی طرف منہ کر لیا۔ اسی وقت سے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا فرض ہو گیا اور اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ اس وقت حضرت فاطمہ رض کی عمر اٹھارہ برس تھی اور حضرت علی رض کی پچیس برس۔ ان کا حق المہر چار سو مثقال نقرہ (چاندی کا سکہ) مقرر ہوا اور اسی سال کے ماہِ شعبان میں ماہِ رمضان المبارک کے روزہ کا حکم نازل ہوا۔ اسی سال نمازِ عید پڑھی گئی اور صدقۂ فطر واجب ہوا۔ اسی سال کفار کے ساتھ جہاد کی ابتدا ہوئی۔ آنحضرت ص کے غزوات

Marfat.com

کی تعداد انیس ہے۔ بعض روایات کے مطابق اکیس اور بعض روایات کے مطابق ستائیس ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے عہدِ مبارک میں چھپن سرایا واقع ہوئے۔ سوانح نگاروں کی اصطلاح میں غزوہ اسے کہتے ہیں۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک ہوئے اور جن مہمات میں آپ خود شریک نہ ہوئے۔ بلکہ دوسرے لوگوں کو اس کام پر مقرر فرمایا۔ انہیں سرایا (واحد سریہ) کہتے ہیں اور اسی سال غزوہ ابوا اور غزوہ ذوالعشیر، غزوہ کرزین اور غزوۂ بدر واقع ہوئے اور جنگ بدر میں چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ جن میں سے چھ مہاجرین اور آٹھ انصار تھے اور ستر کافر مارے گئے اور ستر کافر قیدی بنائے گئے۔ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ ان قیدیوں میں سے تھے اور اسی سال غزوہ قینقاع واقع ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ سے واپس آئے تو عید قربان ادا کی اور قربانی کی۔ اور اسی سال غزوہ سویق اور غزوۂ قرات الکدر واقع ہوئے۔

ہجرت کے تیسرے سال غزوۂ غطفان واقع ہوا۔ جسے غزوۂ ذی امرہ اور غزوۂ انمار بھی کہتے ہیں اور اسی سال نورِ دیدۂ مصطفےٰ اور جگر گوشۂ مرتضےٰ یعنی حضرت امام حسن مجتبےٰ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور اسی سال حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمرؓ اور حضرت زینبؓ بنت خزیمہؓ کو حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نکاح میں لیا اور اسی سال اپنی لڑکی حضرت امِ کلثوم کی شادی حضرت عثمانؓ بن عفانؓ کے ساتھ کی۔ اسی سال غزوۂ احد واقع ہوا۔ جس میں آپ کے چچا حضرت امیر حمزہؓ اور دیگر صحابہ کرام شہید ہوئے۔ تین دن کے بعد غزوۂ حمراء اسد وقوع پذیر ہوا۔

ہجرت کے چوتھے سال غزوہ بنی نضیر وقوع پذیر ہوا اور اسی سال امّ المومنین زینبؓ بنت خزیمہؓ نے وفات پائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امِ سلمہؓ کو عقدِ نکاح میں لیا اور اسی سال حضرت امام حسینؓ ابنِ حضرت علیؓ پیدا ہوئے۔ اسی سال غزوۂ بدر موعد واقع ہوا۔ اسے بدرِ صغیر بھی کہتے ہیں اور اسی سال وحی حق تعالےٰ کے ذریعے شراب حرام ہوا اور فاطمہ بنت اسد والدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے وفات پائی۔

ہجرت کے پانچویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، زینبؓ بن جحش کو جو حضرت زیدؓ بن حارث کی مطلقہ تھیں۔ وحی الٰہی کے حکم سے اپنے عقدِ نکاح میں لائے بعد آپ کا نکاح آسمان میں پڑھا گیا اور ملائکہ گواہ ہوئے اور حجاب (پردہ) کی آیت اُن کے ولیمہ کے دن نازل ہوئی۔ اس سے پہلے

Marfat.com

پردہ نہ تھا اور اسی سال غزوۂ مرسیع واقع ہوا۔ اسی سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شریک تھیں اور ان پر تہمت لگائی گئی۔ لیکن حق تعالیٰ نے ان کی عصمت کی آیہ نازل فرمائی۔ اسی سال غزوۂ خندق واقع ہوا۔ اسے غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں۔ اسی سال غزوہ بنو قریظہ وقوع پذیر ہوا۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند گرہن کے وقت نمازِ خسوف ادا کی اور اسی سال غزوۂ دومۃ الجندل وقوع پذیر ہوا۔

ہجرت کے چھٹے سال حج فرض ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ ہجرت کے نویں سال حج فرض ہوا۔ لیکن پہلی روایت صحیح ہے اور اسی سال غزوہ ذات الرقاع واقع ہوا۔ اسی سال غزوۂ بنو الجنان اور غزوۂ ذی قرہ بھی واقع ہوئے۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ استسقا گذاری اور بڑے زور سے بارش ہوئی۔ بارش کے نہ ہونے سے ملک میں سخت قحط تھا جب بارش ہوئی تو لوگوں کی مصیبت دور ہوگئی۔ اسی سال صلح حدیبیہ ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ نے کفارِ مکہ کے ساتھ تین سال کے لیے اور بروایت دیگر دس سال کے لیے صلح کر لی اور واپس مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ واپسی کے سفر میں سورۂ فتح نازل ہوئی جس سے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی اور اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہانِ عجم کے نام خطوط تحریر فرمائے اور اسلام کی دعوت دی۔ بعض لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ وہ بغیر مہر کے خطوط نہیں پڑھتے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر کے لیے سونے کی ایک انگشتری بنوائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس سنت پر عمل کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ انگوٹھی پہنی تو دوسرے دن حضرت جبرائیل علیہ السلام پیغام لائے کہ آپ کی امت کے مردوں کے لیے سونا حرام ہے۔ پس آپ نے سونے کی انگوٹھی فوراً اتار دی اور چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس پر عمل کیا اور نگینہ پر کلمہ طیبہ کا نقش تھا۔

سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی شاہِ حبشہ کو خط لکھا۔ جب نجاشی کو وہ خط ملا تو اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا اور خط کا جواب تحفوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ارسال کیا۔ دوسرا خط آپ نے ہرقل قیصرِ روم کو لکھا۔ لیکن ہرقل ایمان نہ لایا۔ ایک ضعیف روایت میں ہے کہ وہ دو سال

کے بعد ایمان لایا اور مسلمان ہوگیا۔ لیکن پہلی روایت صحیح ہے۔ تیسرا خط آپؐ نے کسریٰ (شاہِ ایران) کو لکھا۔ اس وقت شاہِ ایران پرویز بن ہرمز بن نوشیروان تھا۔ اس بدکار نے آپؐ کا خط پھاڑ ڈالا اور وہ نامناسب کلمات زبان پر لایا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے میرے خط کے انتقام میں اس کا پیٹ پھاڑا ہے۔ چنانچہ سات گھنٹے کے بعد شیرویہ بن پرویز نے اپنے باپ کے پیٹ کو خنجر سے چاک کر ڈالا اور خود اس کی بجائے تخت نشین ہوا۔ چوتھا خط آپؐ نے مقوقس شاہ اسکندریہ (مصر) کو لکھا۔ اس نے نہ کوئی نامناسب کلمہ کہا اور نہ وہ ایمان لایا۔ لیکن خط کا جواب تحفہ تحائف کے ساتھ ارسال کیا۔ ماریہ قبطیہ ان تحائف میں سے تھیں جو آنحضرتؐ اپنے تصرف میں لائے۔ اس نے ذوالفقار نامی تلوار بھی بطورِ تحفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی جو آپؐ نے چند روز اپنے پاس رکھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو عنایت فرمائی۔ پانچواں خط حارث بن ابی شمر غسانی بادشاہ دمشق کے نام لکھا۔ اس نے خط کو زمین پر دے مارا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو ایک سو مثقالِ زر (سونے کا سکہ) زادِ راہ کے طور پر دے کر رخصت کیا اور خط کا کوئی جواب نہ دیا۔ ایک ضعیف روایت میں ہے کہ خفیہ مسلمان ہوگیا تھا۔ چھٹا خط آپؐ نے ہوزۃ بن علی حنفی حکمرانِ ایمامہ کو لکھا۔ ہوزۃ نے آنحضرتؐ کے خط کو تعظیم کے ساتھ لیا اور قاصد کو انعام دے کر خط کے جواب کے ساتھ واپس کیا۔ خط میں اس نے یہ لکھا تھا کہ یمن کے بعض علاقے مجھے دے دیجئے تاکہ آپؐ کی اطاعت کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست منظور نہ کی۔

ہجرت کے ساتویں سال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے اور اسی سال غزوۂ خیبر واقع ہوا۔ قلعہ صعب، قلعہ قموص اور خیبر کے تمام قلعے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ہاتھ سے فتح ہوئے اور جب فتح خیبر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قلعہ قموص سے واپس آئے تو ایک یہودی عورت نے آپ کو بھونے ہوئے گوشت میں زہر کھلا دیا اس سے آپ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ عورت پشیمان ہوئی اور مسلمان ہوگئی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی جنہوں نے

Marfat.com

زہرآلودہ گوشت کھایا تھا۔ فوت ہوگئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قتل کے بدلے میں اس عورت کو قتل کرا دیا۔

صفیہ بنت حیؓ الخطب کو جو سب اسیران جنگ سے زیادہ خوبصورت تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آزاد کرکے اپنے عقد نکاح میں لائے۔ جنگ خیبر میں چودہ صحابہ کرام رضؓ شہید ہوئے اور ترانوے ۹۳ یہودی مارے گئے اور اکثر قیدی بنائے گئے۔ جب آنحضرتؐ غزوۂ خیبر سے واپس تشریف لائے تو عصر کی نماز کے وقت اپنا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھ کر استراحت فرما رہے تھے۔ اس وقت آپؐ پر وحی نازل ہونے لگی۔ جب وحی سے فراغت ہوئی تو دیکھا کہ سورج غروب ہوچکا ہے۔ آپؐ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ عصر کی نماز پڑھی ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سورج پھر ظاہر ہوا اور حضرت علی رضؓ نے نماز ادا کی۔ اس کے بعد سورج پھر غروب ہوگیا۔ اسی سال فدک اور وادی القرار فتح ہوئے۔

ہجرت کے آٹھویں سال حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عمر بن عاصؓ اور حضرت عثمان بن طلحہ رضؓ نے اسلام قبول کیا اور اسی سال غزوۂ لوتہ وقوع پذیر ہوا حضرت زید بن حارثؓ اور حضرت جعفر طیار رضؓ (حضرت علیؓ کے بھائی) اسی لڑائی میں شہید ہوئے اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ پر فتح حاصل ہوئی اور اسی سال غزوۂ ذات السلاسل واقع ہوا اور فتح مکہ بھی تائید الٰہی سے حاصل ہوئی اور تمام پتھر کے بتوں کو جو کافروں نے خانہ کعبہ کے گرد اگرد جمع کر رکھے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑ کر باہر پھینک دیے اور کفار نے انبیاء علیہم السلام کی جن تصاویر کو کعبہ کی دیواروں پر بنا رکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی مٹا دیا۔ اس کے بعد آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اسی سال ابوسفیان کئی لڑائیوں کے بعد پشیمان ہوکر اسلام لائے۔ جسکی تفصیل روضۃ الاحباب میں موجود ہے۔ غزوۂ حنین، غزوۂ طاس بعد غزوۂ طائف بھی اسی سال واقع ہوئے اور اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت ماریہ قبطیہ سے جن سے فرزند پیدا ہوا۔ انکا نام ابراہیمؓ رکھا گیا اور اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینبؓ کا جو ابوالعاصؓ بن ربیع کی بیوی تھیں، انتقال ہوا۔ اسی سال

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فاطمہ بنت ضحاک کلابیہ اور ملیکہ لُسیہ سے شادی کی۔ اسی سال سورج گرہن واقع ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے نماز کسوف ادا کی۔

ہجرت کے نویں سال مال پر زکوٰۃ فرض ہوئی۔ آنحضرتؐ نے نصابِ زکوٰۃ مقرر فرمایا۔ اور اس کے مطابق زکوٰۃ ان قبائل سے وصول کی گئی جو اسلام لا چکے تھے اور زکوٰۃ از قسم مال و جانور مدینہ منورہ میں لائی گئی۔ اور اسی سال حضرت علیؓ نے آنحضرتؐ کے حکم کے مطابق بتخانہ قلس جو قبیلہ طے میں تھا۔ منہدم کر کے جلا ڈالا۔ اور حاتم طائی کے خاندان کو مالِ غنیمت کے ساتھ قید کر کے مدینہ لائے۔ چند روز کے بعد عدی بن حاتم طائی جو ملک شام کی طرف بھاگ گیا تھا واپس آیا اور مشرف با سلام ہوا۔ اور اسی سال غزوۂ تبوک وقوع پذیر ہوا۔

ہجرت کے دسویں سال آنحضرتؐ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو قبیلہ بنی حارث کی طرف بھیجا تاکہ اسے دعوت اسلام دیں اور اسی سال باذان حاکم یمن نے وفات پائی۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو تین ہزار کی جماعت کے ساتھ یمن کی طرف روانہ کیا اور رخصت کے وقت اپنے ہاتھ سے ان کے سر پر دستار باندھی۔ ابھی حضرت علیؓ یمن میں تھے کہ آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع کا احرام باندھا اور حضرت علیؓ کو کہلا بھیجا کہ مکہ معظمہ پہنچ کر حج میں شریک ہوں۔ جب آنحضرتؐ حج سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں غدیر خم کے مقام پر جبرائیلؑ نے آپ کو وفات کی خبر سنائی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اصحاب مہاجرین و انصار کو جمع فرما کر حکم دیا کہ اونٹ کے پالان کا منبر بنائیں۔ آپؐ نے منبر پر بیٹھ کر ایک طویل خطبہ دیا اور حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر یہ الفاظ فرمائے : مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا الْعَلِیُّ مَوْلَاہُ ...... الیٰ آخرہ (جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؓ مولا ہے ....) چنانچہ اس بات کا کتبِ حدیث و سیر میں مفصل ذکر ہے۔ اسی سال حضرت ابراہیم آنحضرت کے نورِ دیدہ کا وصال ہوا۔

ہجرت کے گیارھویں سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم بیمار ہوئے اور وصال فرمایا۔ تمام سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ جب آنحضرت حجۃ الوداع سے آتے ہی بیمار ہو گئے۔ اسی زمانے میں بعض جھوٹے لوگوں نے نبوّت کا دعوےٰ کر دیا۔ ان میں سے ایک مسیلمۃ الکذاب بن

Marfat.com

یمامہ تھا جسے رحمیہ یمامہ بھی کہتے ہیں۔ دوسرا طلحہ بن خویلد، تیسرا اسود بن کعب عسلی، چوتھی ایک عورت بھی جس کا نام سجاح بنت الحارث تھا۔ اللہ تعالےٰ نے چند دنوں میں ان لوگوں کے کذب سے خلق کو آگاہ کر دیا۔

اسی سال ماہ صفر کی اٹھائیسویں تاریخ بروز چہار شنبہ (بدھ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ آپؐ کے مرض کی مدت میں اختلاف ہے۔ اکثر سوانح نگاروں کا خیال ہے کہ آپ تیرہ دن اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ چودہ دن اور بعض کے نزدیک بارہ دن اور بعض کے خیال کے مطابق دس دن بیمار رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعرات کے روز جب آپ کو زیادہ تکلیف ہوئی تو صحابہ کرامؓ سے فرمایا میرے پاس آؤ تاکہ میں تمہارے لیے وصیّت لکھوں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے کاغذ اور قلم دوات طلب فرمائی تاکہ ایسی چیز لکھ کر چھوڑ جائیں کہ لوگ ہرگز گمراہ نہ ہوں۔ اس کے بعد صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہو گیا بعض کہتے تھے کہ کاغذ اور قلم دوات لائی جائے تاکہ آپ جو کچھ چاہتے ہیں لکھ لیں بعض کہتے تھے کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ اس نازک وقت میں آپ کو لکھنے کی تکلیف دی جائے۔ اس بات پر کافی بحث ہوئی۔ یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر کا ارادہ ترک کر دیا۔ روضۃ الاحباب میں اس کا مفصّل ذکر آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے تین دن پہلے نماز کی امامت کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا۔ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہؓ جسے آپ نے شام پر لشکر کشی کے امیر لشکر مقرر فرمایا ہوا تھا۔ وصال سے دو دن پہلے یعنی دس ماہ ربیع الاول بروز سوموار باوجود تکلیف میں مبتلا ہونے کے اپنے ہاتھ سے جھنڈا بنا کر عطا فرمایا۔ اور ان کے حق میں دعائے خیر فرما کر رخصت فرمایا۔ حضرت اسامہؓ جھنڈا لے کر باہر آئے اور کیمپ تیار کیا تاکہ لشکر جمع ہو۔ مہاجرین و انصار کے اکابر مثلاً ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ سب کو اس لشکر میں شامل ہونے کا حکم تھا۔ (یہ اسلام کی شان ہے کہ حضرت اسامہؓ ایک غلام زادہ نوجوان تھے۔ لیکن فن سپہ گری میں ماہر تھے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اکابر صحابہؓ کا سردار مقرر فرمایا اور کسی نے چوں چرا نہ کی .... مترجم)

Marfat.com

اس میں شک نہیں کہ یہ بات بعض لوگوں کو ناگوار گذری کہ ایک غلام کو اکابر قریش کا سردار مقرر کیا گیا ہے۔ جب یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک تک پہنچی تو آپ نے غضب ناک ہو کر فرمایا: مَنْ تَخَلَّفَ جَيْشَ أُسَامَةَ فَهُوَ مَلْعُوْنٌ (جس نے اسامہؓ کے لشکر کی مخالفت کی وہ ملعون ہے) یہ سن کر تمام صحابہ کرامؓ حضرت اسامہؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ بنو ہاشم اور اہل بیت کے سوا کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ رہا، سب صحابہ کرامؓ حضرت اسامہؓ کے کیمپ میں چلے گئے۔ چنانچہ امیر لشکر نے کوچ کا حکم دیا اور سب سوار ہونے والے تھے کہ خبر موصول ہوئی کہ آنحضرتؐ حالتِ نزع میں ہیں۔ حضرت اسامہؓ واپس آئے اور باقی صحابہ کرامؓ بھی سخت پریشانی کی حالت میں واپس آ گئے۔ کہتے ہیں کہ سکراتِ موت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر تھی کہ کبھی آپ کا رنگ سرخ ہو جاتا اور کبھی زرد۔ پانی کا پیالہ اپنے سامنے رکھا ہوا تھا۔ آپ اس میں ہاتھ تر کر کے اپنے جسم مبارک پر ملتے تھے۔ اسی نزع کی حالت میں آپ نے مسواک فرمایا اور سوموار کے دن بتاریخ بارہ ربیع الاول جاں بحق ہوئے۔ قال علیہ السلام: اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ إِلَى الْحَبِيْبِ (فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست کے ساتھ ملا دیتی ہے) اور حضرت سلطان المشائخ (حضرت نظام الدین اولیاؒ) نے راحت القلوب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک صحیح حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ۲ ماہ ربیع الاول کو ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نو حجرے تھے۔ ہر روز ایک ایک حجرے سے طعام خیرات کیا گیا۔ ربیع الاول کی بارھویں تاریخ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کثرت سے طعام خیرات کیا کہ تمام اہل مدینہ کو ملا اور بہت شہرت ہوئی۔ اس لیے تمام اہل اسلام کہتے ہیں کہ ماہ مذکور کی بارھویں تاریخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس ہے لیکن صحیح روایت کے مطابق آپ کا وصال دو ربیع الاول کو ہوا۔ اسی وجہ سے اکثر حضراتِ چشت دوسری تاریخ کو عرس کرتے تھے۔ چنانچہ صاحب روضۃ الاحباب نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اہل بیت سے تعزیت کرنے کے بعد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین آپ کا حق ہے اور خود اکابر مہاجرین کے ساتھ ثقیفہ بنی ساعدہ کی طرف چلے گئے۔ تاکہ خلافت کا مسئلہ طے کیا جائے۔

Marfat.com

اہل بیت غسل میں مشغول تھے کہ کسی نے باہر سے آواز دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل نہ دیجئے کہ آپ طاہر اور مطہر ہیں۔ اس کے بعد ایک اور آواز آئی کہ غسل دو اور پہلی بات کی پروا مت کرو کیونکہ وہ شیطان کی آواز تھی۔ اور میں خضر ہوں۔ پس حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت فضیل حضرت و قثمؓ پسران عباس اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اور صالح حبشی جو آنحضرتؐ کے آزاد کردہ غلام تھے اور جن کا لقب شقران ہے۔ ان چھ حضرات نے حجرہ کا دروازہ بند کر دیا اور آنحضرتؐ کے غسل میں مشغول ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے تین مرتبہ آپؐ کے جسم مبارک کو پانی سے دھویا۔ اور حضرت علیؓ اس وقت کہہ رہے تھے کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ زندگی اور موت میں کس قدر خوشبو ہے! غسل کے بعد پانی کے چند قطرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشۂ چشم اور ناف میں جمع ہو گئے تھے۔ حضرت علیؓ نے ان کو اپنے جسم پر مل لیا۔ اس وجہ سے ان کے علم اور قوت حافظہ میں مزید اضافہ ہوا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفید کفن میں ملبوس تھے اور پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ جس طرح کہ آپ کی وصیت تھی۔ آپ ابھی کمرے کے اندر تھے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ کا وصال سوموار کے دن ہوا اور ہم نے منگل کے دن ہاتف سے آسمان کی جانب سے آواز سنی کہ پہلے مسلمانوں کا ابتدائی گروہ اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نماز جنازہ پڑھے۔ پس اس ترتیب سے جو ابن مسعودؓ نے روایت کی ہے۔ لوگ جوق در جوق آتے رہے اور ہر شخص نے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھی۔ کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرما دیا تھا کہ کوئی امامت نہ کرے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تمہارے امام ہیں حیات میں بھی اور ممات میں بھی۔ اس کے بعد آپؐ کو حضرت عائشہؓ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جہاں آپؐ کا وصال ہوا دفن کیا گیا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ وصال کے تیسرے روز حضرت خضر علیہ السلام فاتحہ خوانی کے لیے حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ فاتحہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کی اور تسلی دے کر رخصت ہوئے۔

ارباب سیر و سوانح نگاروں کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ بیویاں تھیں۔ جو ساری زندگی میں آپ کے نکاح میں رہیں۔ ان میں سے گیارہ پر سب کا اتفاق ہے اور ایک میں اختلاف ہے۔ سب سے پہلے آپؐ نے نبوت سے قبل حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ شادی

Marfat.com

کی اور جب تک آپ زندہ رہیں آپ نے کسی اور سے شادی نہ کی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ سے دو فرزند اور چار دختر پیدا ہوئے۔ ایک فرزند جن کا اسم گرامی قاسم ؓ تھا اور تین لڑکیاں نبوّت سے پہلے پیدا ہوئے۔ دوسرا لڑکا جس کا نام عبداللہ ؓ تھا اور لقب طیب و طاہر تھا اور حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ نبوت کے بعد پیدا ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار خادمائیں تھیں۔ جن میں ایک ماریہ قبطیہ ؓ تھیں۔ جن کے بطن سے حضرت ابراہیم ؓ پیدا ہوئے۔ آپ کے تینوں صاحبزادے بچپن میں رحلت کر گئے تھے اور دوسری کسی بیوی سے اس کے بعد کوئی اولاد نہ ہوئی۔

روضۃ الاحباب میں ایک صحیح حدیث نقل کی گئی ہے۔ آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ میں نے کوئی شادی نہ کی بجز اس کے کہ جبرائیل ؑ آکر فرماتے تھے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ کرلو۔

ذکر قدوۃ المہاجرین والانصار، ثانی اثنین اذھما فی الغار، معدنِ صدق وصفا، صاحبُ السیف والسخا پیشوائے اربابِ تحقیق، خلیفۃ الرسول ؐ

امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا اسم شریف عبداللہ بن ابی قحافہ تھا اور ابی قحافہ کا نام عثمان بن عامر تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی قوم قریش میں سے تھیں۔ آپ کی نسبت پانچ واسطوں سے سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کے ساتھ جا ملتی ہے۔ (یعنی پانچ پشتوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ ایک جدّ امجد کی اولاد ہیں) حضرت ابوبکر صدیق ؓ قریش میں بہت معزز اور مالدار آدمی تھے۔ آپ کا شمار اپنی قوم کے رؤسا اور اہل مشورت لوگوں میں ہوتا تھا۔ آپ علم انساب (خاندانوں اور نسلوں کے حالات)، علم تعبیر خواب، علم عروض و قافیہ (شعر و سخن) میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی طرف بہت اشعار منسوب تھے اور آپ تمام کمالات انسانی سے متصف تھے۔ جب آپ سفر شام سے واپس لوٹے تو آپ نے ایک خواب دیکھا اور فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف اسلام حاصل کیا۔ آنحضرت ؐ کی نبوت سے لے کر وصال تک آپ سفر و حضر میں بہت کم آنحضرت ؐ سے جدا

Marfat.com

ہوئے۔ آپ نے کمالِ صدق سے اپنی جان اور مال کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا اور کسی امر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ترک نہ کی۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت کے بعد آپ قوم کے سردار ہوئے اور مشائخ آپ کو اربابِ مشاہدہ سے مقدم جانتے ہیں۔ سیرالاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی بیوی سے شادی کر لی اور آپ نے اُن سے دریافت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشاغل کیا تھے۔ انہوں نے بتایا کہ میں اس قدر جانتی ہوں کہ رات کا اکثر حصہ حق تعالیٰ کے ساتھ مشغولی میں گزارتے تھے۔ جب صبح ہوتی تو آپ سانس لیتے اور آپ کے جگر سے جلے ہوئے گوشت کی بُو آتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان کے باقی ہر کام کی متابعت کر سکتا ہوں۔ لیکن جگرِ سوختہ کہاں سے لاؤں۔ اس کے بعد انہوں نے اس کو طلاق دے دی اور کہا کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات دریافت کرنے کے لیے آپ کے ساتھ شادی کی تھی۔ اس کے سوا اور کوئی مقصد نہ تھا۔ آپ کے کمالات اور خارق وعادات (کرامات) اس قدر ہیں کہ اس مختصر تحریر میں نہیں سما سکتے۔ اربابِ سیر لکھتے ہیں کہ حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتفاق رائے سے آپ مسندِ خلافت پر بیٹھے۔ اسی وجہ سے آپ کو خلیفۃ الرسول کہتے ہیں۔ قوم انصار نے خلافت کے معاملہ میں کچھ اختلاف رائے ظاہر کیا۔ لیکن تبادلۂ خیال کے بعد وہ اختلاف بھی دور ہو گیا اور انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔ لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اکثر بنو ہاشم نے فوری بیعت نہ کی۔ جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔

بعض معتبر کتب تاریخ مثل تاریخ طبری وغیرہ میں ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سُنا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں بیٹھے لوگوں سے بیعت لے رہے ہیں تو جس طرح بیٹھے تھے اسی طرح فوراً اُٹھے اور جا کر اُن سے بیعت کی اور واپس آنے کے لیے گھر سے کپڑے طلب فرمائے۔ لوگوں نے عرض کی کہ آپ نے اس قدر عجلت کیوں فرمائی کہ باہر جانے کے کپڑے بھی نہ پہن لیے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ میرے بھائی ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ نہ کہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے بیعت کرنے میں دیر لگائی۔ ہاں مجھے

Marfat.com

ان سے یہ شکایت ضرور تھی کہ انھوں نے ثقیفہ بنی ساعدہ میں جب امرِ خلافت طے کیا تو مجھ سے مشورہ نہ کیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ شکایت حضرت ابوبکرؓ سے کی تو آپ نے فرمایا کہ ہم کس طرح آپ کو مشورہ کے لیے بلا سکتے تھے۔ آپ تو آنحضرت کے اہلِ بیت تھے۔ آپ تجہیز و تکفین میں مشغول تھے۔ اگر ہم آپ کو بلاتے تو لوگ کہتے کہ نبی کو ان کے گھر والے بھی چھوڑ کر خلافت کے معاملے میں مصروف ہو گئے تھے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ عذر سنا تو مطمئن ہو گیا۔ ۔۔۔۔۔ مترجم)

چنانچہ روضۃ الاحباب کی دوسری جلد میں اس کا مفصل ذکر ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانۂ خلافت میں اعراب (دیہاتی لوگ) کی ایک جماعت جن کا ایمان ابھی تک پختہ نہ ہوا تھا۔ مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے مقابلے میں فوج بھیجی۔ لڑائی ہوئی۔ ان میں سے اکثر قتل ہوئے اور بعض از سرِ نو مسلمان ہوئے۔ الغرض یہ فتنہ ان کی کوشش سے رفع ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو فوج دے کر قوم بنی اسد کی طرف طلحہ کہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔ وہاں سے فراغت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خالد بن ولید کو یمامہ کی طرف مسیلمۃ الکذاب کے ساتھ جنگ کرنے کو بھیجا۔ کیونکہ اس نے بھی نبوّت کا دعویٰ کیا تھا۔ مسیلمۃ الکذاب نے بڑے زور سے مقابلہ کیا۔ بہت لڑائی ہوئی۔ آخر اس کے بے شمار آدمی قتل ہوئے اور مسیلمۃ الکذاب بھی مارا گیا۔

روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بارہ قبیلے حبِّ مال اور زکوٰۃ سے انکار کی وجہ سے مرتد ہو گئے تھے۔ جن میں سے دو قبیلوں کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سیدھا کر لیا تھا اور باقی قبیلوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتح کیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں حضرت عمرؓ کی وساطت سے قرآن مجید جمع کیا گیا۔ اس سے پہلے متفرق تھا۔ جو صحابی کوئی آیت لے کر آتا تھا۔ قبول نہیں کی جاتی تھی۔ جب تک کہ دو گواہ شہادت نہ دیتے۔ حضرت زید بن ثابت انصاریؓ ہی کو یہ کام سپرد کیا گیا تھا۔ انہوں نے کمال احتیاط سے اس کارِ عظیم کو سرانجام دیا۔ خلافت کے دوسرے سال جو ہجرت کے بعد بارہواں سال تھا۔ حضرت مسنے بن حارث شیبانیؓ

58654

Marfat.com

جو اپنی قوم کے علماء میں سے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف با سلام ہوئے۔ اور عرض کیا کہ شاہانِ عجم کی ریاستوں کو ضعف پہنچ چکا ہے مجھے اجازت دی جائے تاکہ ایک لشکر کوفہ اور اس کے نواح کی طرف لے جاؤں۔ صدیق اکبرؓ نے ان کو اجازت دے دی۔ انہوں نے کوفہ پہنچ کر گردونواح کے علاقوں کو فتح کر لیا۔ ان کی مدد کے لیے حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دس ہزار فوج دے کر روانہ کیا۔ خالد بن ولیدؓ نے عجم کے حکمرانوں سے بڑے بڑے معرکے جیتے اور بہت قیدی اور مالِ غنیمت حاصل کر کے امیر المومنینؓ کی خدمت میں ارسال کیا۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے والد جوان قیدیوں میں سے تھے۔ صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ صدیق اکبرؓ بعض بلادِ عرب و عجم میں جنہیں مقرر کیا یہ ایران کے بادشاہ شیرویہ بن کسرٰے پرویز کا عہد تھا۔

ہجرت کے تیرھویں سال صدیق اکبرؓ نے چار سپہ سالاروں کو ایک عظیم الشان لشکر دے کر شام و روم کی تسخیر پر مامور فرمایا۔ جنہوں نے شام و روم کے اکثر علاقوں کو فتح کر لیا۔ اس کا ذکر تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں مفصل ملتا ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ سالِ فیل کے دو سال چار ماہ بعد پیدا ہوئے تھے۔ آخر عمر میں پندرہ دن کی بیماری کے بعد سوموار اور بعض اقوال کے مطابق منگل کے دن اور ایک روایت کے مطابق جمعہ کے دن بائیس یا تئیس جمادی الآخر ۱۳ھ کو وصال فرمایا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر شریف ۶۳ سال اور ایک روایت کے مطابق ۶۵ سال تھی اور مدتِ خلافت دو سال چھ ماہ اور ایک روایت کے مطابق دو سال دو ماہ پچیس دن تھی۔ ایک اور روایت کے مطابق دو سال اور چار ماہ تھی آخر عمر میں آپ نے خلافت کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نامزد فرمایا اور جان جاناں کے سپرد کی۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

آپ کی چار بیویاں تھیں۔ جن میں سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں وجود میں آئیں۔ فرزندوں کا نام حضرت عبداللہؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ، اور حضرت محمدؓ تھا اور دختران کا نام حضرت اسماءؓ اور حضرت عائشہؓ تھا۔ صدیق اکبرؓ کے خلافت کے زمانہ میں حضرت عثمانؓ بن عفان ان کے وزیر تھے۔ صدیق اکبرؓ کے دیگر حالات و کرامات اور وہ احادیث جو اُن کے حق میں وارد ہوئی ہیں۔ روضۃ احباب کی دوسری جلد اور دوسری کتب سیرت میں مفصل درج ہیں۔ وہاں دیکھ کر بہرہ مند ہونا چاہیے۔

Marfat.com

ذکر قدوۃ الاصحاب والاحباب، متکلم بالحق والصواب، شیخ الحدیث والاجتہاد، صاحب الدرہ، دافع الفساد اور رموز دانِ حضرت الوہاب، مخصوص بعدالت

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی کنیت ابوحفص ہے۔ آپ کا نسب نو پشتوں کے بعد سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا ملتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی قریش سے تھیں۔ صدیقِ اکبرؓ کے بعد آپ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ اکابر و اشراف قریش میں سے تھے۔ ایامِ جاہلیت میں قریش کی سرداری اور صلاح کاری کا شرف آپ کو حاصل تھا۔ جب کسی دوسرے قبیلے کے ساتھ قبیلہ قریش کا لڑائی جھگڑا ہوتا تو صلاح کاری کے لیے حضرت فاروقِ اعظمؓ کو بھیجا جاتا تھا اور فریقین اس بات پر فخر کرتے تھے کہ فاروقِ اعظمؓ ثالث ہیں۔ آپ نبوت کے آٹھویں سال مشرف باسلام ہوئے۔ جس سے اہلِ اسلام کو بے حد قوت حاصل ہوئی۔ آپ کے کمالات اور خوارق وعادات بہت ہیں۔ آپ کے کمالات کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات آپ کی رائے کے مطابق نازل ہوئیں۔ اور علمائے دین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت فاروقِ اعظمؓ کا تبحرِ علمی، عقل و دانش، زہد و تقوےٰ، تواضع، مسلمانوں پر شفقت، اور کافروں پر شدت اور رعب، کمالِ عدل و انصاف، حق سے عدمِ تجاوز، باطل سے اجتناب، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تعظیم اظہر من الشمس ہے۔ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ آپ کے عہدِ خلافت میں ایک ہزار چھیاسی شہر مع ان کے مال ومتاع اور باشندگان کے فتح ہوئے اور چار ہزار مساجد تعمیر ہوئیں، چار ہزار گرجے تباہ ہوئے اور جمعہ کی نماز کے لیے نوسو منبر تعمیر ہوئے۔ سب سے پہلے شخص جو امیر المومنین کے لقب سے ملقب ہوئے، وہ حضرت عمر فاروقؓ تھے اور پہلے آدمی جو مدینہ منورہ کے کوچہ و بازار میں ضعیفوں، غریبوں اور بے چاروں کے حالات معلوم کرنے اور خبر گیری کرنے کیلئے گشت لگاتے تھے۔ آپ تھے۔ جہاں تک بیت المال پر تصرف کا تعلق ہے۔ آپ نے صحابہ کرامؓ

Marfat.com

سے کہہ دیا تھا کہ عمرؓ کے لیے بیت المال سے دو جوڑے درکار ہیں۔ ایک موسم سرما کے لیے، ایک موسم گرما کے لیے اور سواری صرف اس قدر درکار ہے جو سفر حج وغیرہ اور جہاد کے لیے کافی ہو اور اپنے اور اہل وعیال کے گذارہ کے لیے بیت المال سے اس قدر خوراک کی ضرورت ہے جو اہلِ قریش کے ایک متوسط آدمی کے لیے درکار ہے جو نہ زیادہ غریب ہو نہ امیر۔ حضرت امام جعفر صادق رضؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس شخص سے بیزار ہوں جو حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو نیکی کے بغیر یاد کرتا ہے۔ کیونکہ یہ حضرات قدم قدم پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے تھے۔ جس روز حضرت ابو بکر صدیقؓ کا وصال ہوا اس سے دوسرے دن حضرت عمرؓ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ پہلا کام جو انہوں نے کیا وہ یہ تھا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو شام کے لشکر سے معزول کیا اور ابو عبیدہ بن جراح کو کمانڈر انچیف مقرر کیا۔

اس میں اختلاف ہے۔ مختلف تواریخ میں مختلف روایات درج ہیں۔ احقر مترجم کتاب ھذا نے اسلام کی فوجی تاریخ کی تالیف کے دوران جو تحقیقات (ریسرچ) کی ہے اس سے اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ملک شام میں چار فوجی جرنیلوں کے ساتھ افواج روانہ کیں۔ وہ سب مختلف علاقوں میں بھیجی گئیں اور خود مختار تھیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ بھی ان چار جرنیلوں میں سے ایک تھے۔ جب قیصر روم نے مسلمانوں کے مقابلے میں دو لاکھ کے قریب فوج بھیجی تو ان چار جرنیلوں نے یکجا ہو کر مشورہ کیا کہ چونکہ ہماری فوج دشمن کے مقابلے میں بہت کم ہے (اسلامی فوج کل پینتیس ہزار کے درمیان تھی) اس لیے ہمیں علیحدہ علیحدہ لڑنے کی بجائے متفق ہو کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیے اور ساری فوج کو ایک کمانڈر انچیف کے ماتحت کر دینا چاہیے۔ جب اس رائے پر سب کا اتفاق ہو گیا تو دوسرا کام کمانڈر انچیف کا انتخاب تھا اس کام کے لیے سب نے اتفاق رائے سے حضرت خالد بن ولیدؓ کو پسند کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ شروع میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو افواج کا شام کا کمانڈر انچیف مقرر کر کے نہیں بھیجا تھا۔ لہذا حضرت عمرؓ کے عہد حکومت میں ان کی معزولی کا جو واقعہ مشہور ہے اس کو کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ میدانِ جنگ میں کمانڈروں کا ردّوبدل روزمرہ کی چیز ہے اس کی قطعاً کوئی اہمیت نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ جو حضرت عمرؓ نے کیا۔ وہ یہ تھا کہ انہوں نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو زیادہ موزوں سمجھ کر فتح یرموک کے بعد بقیہ لڑائیوں کی کمان ان کے سپرد

Marfat.com

کر دی تھی۔ لہٰذا بعض کتب تواریخ میں جو ردّو کد اور بدمزگی بیان کی جاتی ہے۔ اس کی حقائق کے سامنے قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ نیز یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ وفات سے پہلے حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی ساری جائداد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام پر وقف کر دی تھی اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے سب سے زیادہ حضرت عمرؓ محبوب ہیں۔ اس سے ظاہر ہے۔ اس بارے میں بعض سوانح نگاروں نے مبالغہ سے کام لیا ہے۔

ہجرت کے چودھویں سال حضرت ابو عبیدہؓ کے ذریعہ دمشق فتح ہوا۔ جب عجم (غیر اسلامی) حکمرانوں کو اسلامی افواج کی متواتر فتوحات کی خبر موصول ہوئی تو یزدجرد کسریٰ جو نوشیروان کی نسل سے تھا۔ ایران کے تخت پر بیٹھتے ہی جنگی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

ہجرت کے پندرھویں اور سولھویں سال حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو چھ ہزار فوج دے کر شاہِ عجم کے خلاف روانہ کیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ دشمن کی افواج کو متواتر شکستیں دیتے ہوئے شاہِ ایران کے دارالحکومت مدائن کے قریب پہنچ گئے۔ یزدجرد کسریٰ مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور مدائن چھوڑ کر عراق اور خراسان کی طرف بھاگ گیا۔ شاہِ ایران کا تمام مال و دولت جو چار ہزار سال سے مدائن میں جمع تھا۔ سب مسلمان کے ہاتھ آ گیا۔ حضرت سعدؓ نے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ فتح کی خوشخبری کے ساتھ حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں ارسال کیا۔ آپ نے یہ مال صحابہ کرامؓ میں تقسیم کر دیا۔ اس کی تفصیل تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں درج ہے اسی سال آپ نے شہر بصرہ کی بنا ڈالی۔ اسی سال حضرت ابو عبیدہؓ نے روم کے اکثر شہر فتح کیے۔ اسی سال حضرت فاروق اعظمؓ بیت المقدس تشریف لے گئے اور فتح کو مکمل کیا اور اسی سال شہر ہائے موصل وغیرہا فتح ہوئے۔

ہجرت کے سترھویں سال شہر کوفہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ چونکہ مدائن کی آب و ہوا اہلِ عرب کو موافق نہ آئی تھی۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے کوفہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ (حدودِ سلطنتِ اسلامیہ پر بصرہ اور کوفہ پہلی دو چھاؤنیاں تعمیر ہوئیں تاکہ افواج کو فوری کارروائی کے لیے مختلف اطراف میں بھیجا جا سکے) اسی سال صوبۂ اہواز کے اٹھہتر شہر فتح ہوئے۔

ہجرت کے اٹھارھویں سال حضرت ابو عبیدہؓ کا خط حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں

Marfat.com

آیا کہ بعض لوگ شراب خوری کی طرف مائل ہوگئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے نہایت سختی سے اس عادتِ بد کی روک تھام کر دی۔ ہجرت کے انیسویں سال مسجد نبوی کی توسیع کرائی گئی۔ کیونکہ کثرتِ اصحاب سے توسیع کی ضرورت تھی۔ یہاں تک کہ حضرت عباسؓ سے ان کا گھر بھی خرید کرکے مسجد میں شامل کر دیا گیا۔ ہجرت کے بیسویں سال حضرت عمرو بن عاصؓ کے ہاتھ پر مصر فتح ہوا۔ سب سے نادر امر جو حضرت فاروقِ اعظمؓ کی خلافت کے زمانے میں وقوع پذیر ہوا۔ یہ تھا کہ ایام جاہلیت میں ہر سال دریائے نیل کا پانی رک جاتا تھا اور جوش میں آکر گرد و نواح کے علاقوں کو زیرِ آب کر دیتا تھا۔ اس کے دفعیہ کے لیے اہلِ مصر ایک لڑکی عمدہ کپڑے اور زیورات سے آراستہ پیراستہ کرکے دریا میں پھینک دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے دریا کا پانی نیچے چلا جاتا تھا۔ فتح مصر کے بعد جب وہ موسم آیا تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے امیر المومنینؓ کی خدمت میں خط لکھا کہ اب کس چیز کی قربانی کرنی چاہیے حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا کہ شریعتِ محمدیؐ کے خلاف کوئی بات نہیں کرنی چاہیے۔ ہم ایک خط بھیج رہے ہیں۔ اسے دریائے نیل میں ڈال دو۔ اللہ تعالےٰ کے حکم سے دریا کا پانی چلنے لگ جائے گا۔ جب دریا کا پانی جوش میں آکر رک گیا تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے امیر المومنینؓ کا خط پانی میں ڈال دیا۔ خط کے ڈالتے ہی پانی اتر گیا اور بدستور سابق بہنے لگا۔ اس خط کے یہ الفاظ تھے۔ "اے آبِ نیل اگر تو خود ٹھہر گیا ہے تو یہ درست نہیں ہے اگر تیرا چلنا خداوند یکتائے وبے ہمتائے وقہار کے فرمان سے ہے تو ہمیں تیری پروا نہیں اور میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو اپنے سر کو قدم بنائے اور اپنا چہرہ زمین پر مَل کر بدستورِ سابق چلنا شروع کر دے"۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ کے کمالات کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے۔

ہجرت کے اکیسویں سال نہاوند اور ہمدان فتح ہوئے۔ ہجرت کے بائیسویں سال حضرت مغیرہ شیبعہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر آذر بائیجان فتح ہوا اور عجم کے اکثر لوگ جو ہمدان میں تھے۔ بھاگ گئے۔ اسی سال حضرت نعیمؓ نے رَے کو فتح کرکے گرد و نواح کے علاقوں کو مسخر کر لیا۔ اسی سال حضرت عمرؓ کے حکم سے آمعف بن قیسؓ لشکر کثیر لے کر خراسان پر حملہ آور ہوئے۔ یہ دیکھ کر یزدجرد کسریٰ نے لڑائی کئے بغیر بھاگ کر دریائے آموں کو عبور کرتے ہوئے خاقانِ چین کے ہاں پناہ لی۔ اسی سال والئی ماژندران نے کرمان و نواح کے علاقوں کا خراج دینا تسلیم کیا اور طبرستان کے

Marfat.com

باشندگان نے اہلِ اسلام سے صلح کر کے پانچ لاکھ درہم بیت المال میں جمع کرا دیے۔ ہجرت کے تئیسویں سال ملک فارس اور اصطخر جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کا دارالخلافہ تھا۔ فتح ہوئے اس کے بعد کرمان، شیراز، سیستان، مکران، عمان اور ملک روم کے اکثر شہر فتح ہوئے۔ اور اسلام کی شان و شوکت میں بے حد اضافہ ہوا۔ حضرت فاروق اعظم رضؓ کے فضائل اور کرامات اس قدر ہیں کہ اس مختصر سی کتاب میں درج نہیں ہو سکتے۔ پہلے شخص جنہوں نے تاریخ ہجری مقرر کی۔ آپ رضؓ تھے۔ پہلے شخص جو جمع قرآن کا باعث ہوئے۔ آپ رضؓ تھے۔ پہلے شخص جنہوں نے لوگوں کو اپنی مساجد میں نماز تراویح کے لیے جماعت کا حکم صادر فرمایا۔ آپ تھے۔ پہلے شخص جنہوں نے شراب خوری کے لیے ستر کوڑوں کی سزا مقرر کی آپ تھے۔ پہلے شخص جنہوں نے بیت المال جاری کیا آپ تھے۔ پہلے شخص جنہوں نے غیبت گوئی کی سزا مقرر کی آپ تھے۔ پہلے شخص جنہوں نے بچوں کی ماؤں کی خریداری کی ممانعت کی۔ آپ تھے۔ پہلے شخص جنہوں نے نماز جنازہ میں چار تکبیر کا حکم دیا۔ آپ تھے۔ اس سے پہلے چار چار پانچ پانچ اور چھ چھ تکبیریں کہا کرتے تھے۔ پہلے شخص جنہوں نے اسلام میں وقف جاری کیا۔ آپ تھے۔ پہلے شخص جنہوں نے دُرّے کا استعمال شروع کیا آپ تھے آپ کے عہدِ حکومت میں بے شمار ملک اور شہر فتح ہوئے۔ اکثر شہروں کی بنیاد ڈالی گئی اور ہر سال کثرت سے خراج بیت المال میں داخل ہونے لگا اور اسی سال فاروقِ اعظم رضؓ حج ادا کر کے مدینہ منورہ واپس آئے۔ ایک دن آپ رضؓ نے مسجد نبویؐ میں ممبر پر چڑھ کر فرمایا کہ اے مسلمانو! مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے کہ ایک مرغے نے دو یا تین دفعہ مجھے اپنی چونچ ماری ہے۔ بلا شک و شبہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ میرا اجل قریب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میری موت جلد ہی واقع ہو جائے تو خلافت کے متعلق چھ اصحاب میں مشاورت کی جائے۔ یعنی حضرت عثمان رضؓ، حضرت علی مرتضیٰ رضؓ، حضرت سعد رضؓ، حضرت طلحہ رضؓ، حضرت زبیر رضؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ۔ لوگ ان چھ اصحاب میں سے جسے خلافت کے لیے پسند کریں۔ خلافت اس کے سپرد کی جائے۔ چند دنوں کے بعد حضرت مغیرہ شعبہ رضؓ کے غلام ابولولو المعروف فیروز نے آپ پر خنجر کا وار کیا۔ تین دن کے بعد آپ نے جام شہادت نوش فرمایا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی اجازت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضہ مبارک میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ آپ کی

Marfat.com

عمر شریف تریسٹھ سال، ایک روایت کے مطابق چونن سال، روایت کے مطابق چھپن سال اور ایک روایت کے مطابق اٹھاون سال تھی۔ آپ یکشنبہ (اتوار) کی رات پہلی محرم ہجرت کے تیئسویں سال جاں بحق ہوئے۔ آپ کی خلافت کی مدت دس سال اور چند ماہ تھی۔ آپ کی چھ منکوحہ بیویاں اور دو کنیزیں تھیں۔ ان میں سے نو بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں۔ آپ کی بڑی بیوی زینب قبیلہ قریش سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے بطن سے دو لڑکے یعنی عبداللہ رض اور عبدالرحمن رض تھے اور ایک لڑکی حفصہ تھیں جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے تھیں۔ آپ کی دوسری بیوی ام کلثوم رض بنت حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھیں۔ جن کے بطن سے ایک لڑکا بنام زید رض اور ایک لڑکی رقیہ رض تھیں۔ ان دونوں کا صغیر سنی میں انتقال ہو گیا تھا۔ چھ لڑکے اور دو لڑکیاں باقی بیویوں اور کنیزوں کے بطن سے پیدا ہوئے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ زید اصغر رض، عبداللہ اصغر رض، عیاض رض، عبدالرحمان اوسط رض، عبدالرحمن اصغر رض۔ یہ دونوں عبدالرحمن کنیزوں کے بطن میں سے تھے۔ دو لڑکیاں یعنی فاطمہ رض اور زینب رض حضرت عمر رض کے عہد خلافت میں ہجرت کے سترھویں سال فوت ہوئیں۔ نیز فضل بن عباس بائیس سال کی عمر میں طاعون کی مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے۔ ہجرت کے بیسویں سال ابو عبداللہ بلال بن رباح حبشی رض جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم راز اور مؤذن تھے۔ بھی حضرت عمر رض کے زمانے میں فوت ہوئے۔ آپ کے عہد کے تمام واقعات اس مختصر کتاب میں درج نہیں کیے جا سکتے۔ روضۃ الاحباب کی جلد دوم میں مندرج ہیں۔ قارئین وہاں سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

ذکر آں مفتاح الامصار والبلدان، آں منبع الجود والاحسان آں معدن صدق و صفا آں جامع العلم والسخا، آں مخاطب بذوالنورین والجامع القرآن مقتدائے دین

امیرالمومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی کنیت زمانۂ جاہلیت میں ابوعمر تھی۔ اسلام سے مشرف ہونے کے بعد آپ کو ابوعبداللہ کہتے تھے۔ آپ کا نسب حضرت عبد مناف یعنی نسب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی قبیلہ قریش سے تھیں۔ آپ کا شمار قریش کے سرداروں اور بنی امیہ خاندان کے مقتداء میں ہوتا ہے۔ آپ قبیلہ بنی امیہ کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے ہاں مال و دولت کی کثرت تھی اور قدر و منزلت رکھتے تھے۔ آپ اپنے خویش و اقربا کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے۔ آپ حلم و حیا، اور حق تعالیٰ کے ساتھ تقویٰ اور عبادت اور سخاوت و بذلِ مال (مال کے خرچ کرنے) میں مشہور تھے۔ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کا شرف حاصل تھا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ رضؓ اور حضرت ام کلثوم رضؓ آپ کے نکاح میں تھیں۔ لیکن ان میں سے کوئی اولاد زندہ نہ رہی۔ جب امیر المومنین حضرت عمرؓ ابولولو کے زخم سے شہید ہو گئے اور خلافت کا فیصلہ چھ اصحاب کے سپرد ہوا۔ تو حضرت عثمان رضؓ، حضرت علی رضؓ، حضرت طلحہ رضؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کے درمیان مشاورت اور بحث مباحثہ شروع ہوا۔ جس کی تفصیل روضۃ الاحباب جلد دوم میں درج ہے۔ بالآخر خلافت کے لیے حضرت عثمان رضؓ منتخب ہوئے اور انہوں نے کمال عدل و احسان سے یہ کام سرانجام دیا۔

ہجرت کے پچیسویں سال اہل سکندریہ نے عہد نامہ کی خلاف ورزی کی۔ حضرت عثمان رضؓ نے حضرت عمر بن عاص رضؓ کو ان کی سرکوبی کے لیے کثیر فوج دے کر روانہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے

Marfat.com

وہ تمام ملک فتح ہو گیا۔ روم کے چند حصے بھی اسی عرصہ میں فتح ہوئے۔ اسی سال اہل آذربائیجان بھی نقض عہد کے مرتکب ہوئے۔ امیر المومنین نے سلمان بن ربیعہ کو ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ اس دوران میں اہل روم نے بھی بغاوت کی۔ جس کے دفعیہ کے لیے امیر المومنین نے حضرت معاویہؓ کو روانہ کیا۔ دونوں لشکروں نے دشمنانِ اسلام پر فتح پائی اور بے شمار مال و دولت اور بھیڑ بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔

ہجرت کے چھبیسویں سال امیر المومنین عمرہ کی غرض سے مکہ معظمہ گئے۔ رات کے وقت بیت اللہ شریف میں حاضری دی اور طواف کیا۔ صبح صادق سے قبل عمرہ سے فارغ ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے مسجد الحرام کی توسیع کا حکم دیا اور چند مکانوں کو مسمار کر کے آپ نے خانہ کعبہ میں شامل کرایا۔ اسی سال حضرت عثمانؓ حضرت عمر بن عاصؓ کو فتح نیشاپور کے لیے متعین فرمایا۔ وہاں کے لوگوں نے صلح کر لی۔ اسی سال حضرت عبداللہ بن سعدؓ کے ہاتھ سے افریقہ فتح ہوا۔ ہجرت کے ستائیسویں سال حضرت معاویہؓ نے قمیص کا علاقہ فتح کیا۔ اٹھائیسویں سال بصرہ کے لوگوں نے مدینہ منورہ آکر حضرت ابوموسیٰ اشعری کے خلاف امیر المومنین سے شکایت کی۔ انہوں نے بصرہ کی حکومت عبداللہ بن عامرؓ اور دوسری روایت کے مطابق اپنے خالہ زاد بھائی عبدالشمسؓ کے حوالے کی۔ تیسویں سال امیر المومنین نے ولید بن عقبہ کو شراب نوشی کے جرم میں معزول کر کے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو اس جگہ کی حکومت پر متعین فرمایا اور اسی سال ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ مہرِ نبوت جس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس تھی۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے مہرِ نبوت امیر المومنین کے حوالے کر دی۔ اس کے بعد وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملی۔ انہوں نے اپنی مرض الموت میں مہرِ نبوت حضرت حفصہؓ کے سپرد کر کے حکم دیا کہ جو شخص خلافت پر مامور ہو۔ اس کے حوالہ کر دی جائے۔ چنانچہ حضرت حفصہؓ نے اسے حضرت عثمانؓ کے حوالہ کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے ایک کنواں کھدوایا تھا۔ ایک دن اس کنوئیں کے کنارے پر بیٹھے تھے اور مہرِ نبوت کو ایک انگلی سے اتار کر دوسری انگلی پر لگا رہے تھے کہ اچانک وہ کنوئیں کے اندر گر گئی۔ اس سے آپ بے قرار ہوئے اور کنوئیں کا تمام پانی باہر نکلوا کر تلاش کیا۔ لیکن ناکام رہے۔ اس کے بعد مہرِ نبوت

ہمیشہ کے لیے گم ہوگئی اور کسی شخص کو نہ ملی۔ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ اسی دن سے حضرت عثمان رضؓ پر حوادث اور فتنہ و فساد کے دروازے کھل گئے اور صحابہ کرام رضؓ کے قلوب ان سے متغیر ہو گئے اور امورِ خلافت میں نقص واقع ہوا۔ اس سے حضرت ذوالنورین رضؓ کے قلب پر بے حد حزن و ملال طاری ہوا۔ بیت :

چنیں است کردارِ گردندۂ دھر   گہے نوش پیش آورد گاہ زھر

(ترجمہ) زمانے کی رفتار یہی ہے کہ کبھی تریاق پیش آتا ہے کبھی زہر۔

ہجرت کے اکتیسویں سال آرمینہ حضرت حبیب بن مسلمہ رضؓ کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضؓ قرآن جمع کرنے اور صحیح نسخے لکھوا کر مختلف مقامات میں بھیجنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ آرمینہ اور آذربائیجان کی فتوحات کے وقت صحابہ کرام رضؓ کی ایک جماعت میں قرأت کلام مجید کے متعلق کچھ اختلاف رونما ہوا۔ اس کی اطلاع حضرت عثمان رضؓ کو دی گئی۔ آپ نے انصار و مہاجرین کے اکابر صحابہ کرام رضؓ سے مشورہ کیا اور یہ فیصلہ ہوا مختلف نسخہ جات کو جمع کیا جائے۔ چنانچہ وہ نسخہ جات جو حضرت عمر رضؓ کی کوشش سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے عہدِ خلافت میں لکھا گیا تھا۔ حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمر رضؓ سے حاصل کیا گیا۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت ابن مسعود رضؓ اور دیگر صحابہ کرام رضؓ نے بھی نسخے جمع کر کے لکھ رکھے تھے۔ حضرت عثمان رضؓ نے ان سب کو یکجا کر کے حضرت زید بن ثابت رضؓ انصاری، حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ، حضرت سعدؓ بن ابی العاصؓ اور حضرت عبدالرحمن بن حارث رضؓ کو حکم دیا کہ ان سب نسخوں کو یکجا کیا جائے۔ الغرض نہایت جدوجہد کے ساتھ یہ اہم کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی اس وقت سات کاپیاں تیار کی گئیں۔ ایک کو مکہ معظمہ ایک یمن، ایک شام، ایک بحرین، ایک بصرہ، ایک کوفہ بھیجا گیا اور ایک مدینہ منورہ میں رکھا گیا۔ حضرت عثمان رضؓ نے حکم دے دیا کہ اس نسخے کے علاوہ جو صحائف وغیرہ ہوں۔ سب کو جلا دیا جائے۔ یا دریا میں غرق کر دیا جائے تا کہ اختلاف ختم ہو جائے۔

ہجرت کے بتیسویں سال امیرالمومنین رضؓ نے حضرت عبدالرحمن بن ربیعہ رضؓ کو ان علاقوں میں روانہ کیا۔ تا کہ اختلافات کا قلع قمع کریں۔ انہوں نے یکے بعد دیگرے مختلف شہروں کا محاصرہ کیا اور لوگوں کی اصلاح کرتے رہے۔ ان محاربات میں حضرت عبدالرحمن رضؓ اور چند اور مسلمان بھی شہید ہوئے۔

Marfat.com

ہجرت کے تینتیسویں سال حضرت معاویہؓ نے سلطنتِ روم کا رُخ کیا اور اکثر علاقوں کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ روضۃ الاحباب میں وارد ہے کہ اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نے مدینہ میں جمع ہو کر حضرت عثمانؓ اور اُن کے مقرر کردہ عاملوں کے اعمال کا شکوہ کیا کہ یہ امور خلافِ سنتِ نبویؐ سرزد ہو رہے ہیں۔

اور آخر ان کی رائے یہ ٹھہری کہ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا ان کے بیان کرنا چاہیئے اور تاکہ وہ حضرت عثمانؓ کو نصیحت کریں۔ چنانچہ حضرت علیؓ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے گھر پر تشریف لے گئے۔ اور ان سے کہا کہ لوگ آپ کے والیانِ ممالک سے تنگ آگئے ہیں اور ہمیشہ حکام کی بداعمالیوں کا ذکرِ عام مجالس میں کرتے ہیں۔ لوگ ان بداعمالیوں کی اکثر شکایت دربارِ خلافت میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن ان کے دفعیہ کی کوئی صورت نہیں بنتی۔ اب دو صورتیں ہیں اگر آپ ان لوگوں کو دوست رکھتے ہیں تو جو کچھ شکایت کرنے والے کہتے ہیں۔ آپ قبول کرلیں۔ ورنہ آپ تحقیقات کرائیں تاکہ حق ظاہر ہو جائے گا۔ الغرض جس قدر حضرت علیؓ نے نصیحت کی۔ انھوں نے دیکھا کہ امیر المومنینؓ اپنے قبیلہ کے لوگوں سے جو اکثر صوبہ جات کے والی تھے۔ درگذر کر رہے تھے۔ ناچار حضرت علیؓ اپنے گھر چلے گئے۔

(نوٹ) احقر ترجمہ کرنے والے نے مختلف تواریخ کا مطالعہ کیا ہے اس کی تحقیق یہ ہے کہ جب صحابہ کرامؓ کو مختلف مقامات سے عمال یعنی والیانِ صوبہ جات کی بداعمالیوں مثلاً شراب نوشی وغیرہ کی خبریں موصول ہوئیں تو وہ غصہ میں آکر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی۔ اس پر امیر المومنینؓ نے چند اصحاب پر مشتمل ایک جماعت مختلف ممالک میں تحقیقات کی غرض سے بھیجی۔ اس جماعت نے دورہ کر کے واپس مدینہ منورہ میں امیر المومنینؓ کو رپورٹ پیش کی۔ سب شکایات غلط ہیں اور کسی سازش کی بنا پر من گھڑت باتیں بنائی گئی ہیں اس کے بعد سب لوگ مطمئن ہو گئے۔ دراصل یہ افواہیں عبداللہ بن سبا منافق یہودی نے پھیلائی تھیں۔ اس کی سازش یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ پر الزام لگا کر مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کیا جائے۔ تاکہ دو جماعتیں ہو کر آپس میں لڑ لڑ کر کمزور ہو جائیں۔ فتوحات کا

Marfat.com

سلسلہ ختم ہو جائے اور یہود و نصاریٰ کو از سرِ نو اقتدار حاصل کرنے کا موقع مل جائے)

ہجرت کے پینتیسویں ۳۵ سال مصر، کوفہ اور بصرہ سے کچھ لوگ اس غرض سے مدینہ منورہ پہنچ گئے کہ حضرت عثمان کو خلافت سے برطرف کرائیں۔

(مختلف کتب تواریخ کے مطالعہ سے ایسی معتبر روایات ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مصر، کوفہ اور بصرہ سے جو لوگ مدینہ منورہ آئے تھے۔ وہ بھی عبداللہ بن سبا یہودی کی سازش کا نتیجہ تھا۔ یہ آدمی عقلمندی، تیز فہمی اور فتنہ پردازی کا پتلا تھا اس نے حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی طرف سے جعلی خط مصر، کوفہ اور بصرہ کے لوگوں کو لکھے کہ تم لوگ مدینہ آکر حضرت عثمانؓ کو خلافت سے معزول کرنے میں میری مدد کرو۔ چونکہ مصر، کوفہ اور بصرہ میں حضرت علی رضؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے حامی بہت تھے۔ اس لیے یہ جعلی خط پہنچتے ہی ایک ہزار باغی کوفہ سے، ایک ہزار مصر سے اور ایک ہزار بصرہ سے مقررہ وقت پر مدینہ پہنچ گئے اگر سازش نہ ہوتی تو مختلف سمتوں اور دور دراز کے ممالک سے کس طرح لوگ بیک وقت مدینہ پہنچ سکتے تھے۔ نیز سازش کا اس بات سے مزید ثبوت ملتا ہے کہ یہ تینوں گروہ مدینہ پہنچ کر پہلے باہم جمع ہوئے اور آپس میں صلاح مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ مدینہ جانے سے پہلے ایک وفد بھیجنا چاہیے جو حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ جن سے ان کو جعلی خط وصول ہوئے تھے سے جا کر ملے اور اپنی خدمات پیش کیں۔ یہ وفد حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہنے لگے کہ آپ کا خط ملا تھا۔ ہم لوگ حاضر ہو گئے ہیں۔ اب جس طرح چاہیں ہم حکم کی تعمیل کرنے کو تیار ہیں۔ حضرت علیؓ نے دریافت کیا۔ کونسا خط۔ انہوں نے کہا وہ جو آپ نے ہمارے پاس بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے تو کوئی خط نہیں بھیجا۔ یہ سن کر وہ لوگ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ اسی طرح وہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے پاس گئے۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ چنانچہ یہ لوگ سراسیمہ ہو کر واپس باغیوں کے کیمپ میں چلے گئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ لیکن چونکہ باغیوں میں چند

Marfat.com

ایسے لوگ بھی تھے جن کو حضرت عثمانؓ سے ذاتی رنجشیں تھیں۔ اس قسم کے لوگوں کو بھی عبداللہ بن سبا نے اپنی جماعت میں شامل کر لیا تھا۔ انہوں نے اب یہ فیصلہ کیا کہ خواہ کچھ ہو ہم تو حضرت عثمانؓ کو معزول کر کے دم لیں گے۔ اس کے بعد سب باغی مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔ چونکہ وہاں کوئی فوج نہیں تھی۔ وہ سارے شہر میں پھیل گئے اور حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عثمانؓ نے ان کے کہنے کے مطابق بعض عمال کو برطرفی کا حکم دے دیا۔ مصر کے عامل کی بجائے حضرت محمد بن ابوبکرؓ کو جو حضرت علیؓ کے پروردہ تھے۔ مقرر کیا اور مصر کے والی کی طرف اسی قسم کا حکم لکھ کر ان کو دیا)

جب مصر، کوفہ اور بصرہ سے باغی مدینہ منورہ پہنچے تو انہوں نے مختلف لوگوں سے حضرت عثمانؓ کی معزولی کی گفت و شنید شروع کی۔ یہ دیکھ کر ایک رات حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کے گھر تشریف لے گئے اور کہنے لگے کہ اے اباحسن! آپ پر مجھے حق قرابت ہے۔ قبل اس کے کہ یہ لوگ مجھے نقصان پہنچائیں۔ حسن اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ آپ درمیان میں آکر ان لوگوں کو سمجھائیں تاکہ سب واپس چلے جائیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس سے پہلے میں نے آپ کو نصیحت کی تھی۔ لیکن آپ نے میری ایک نہ مانی اور مروان اور معاویہ کی مرضی کے مطابق آپ نے عمل کیا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ آج سے میں ان کی رائے پر عمل نہیں کروں گا۔ آپ کے مشورے کے مطابق کام کروں گا۔ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو پند و نصائح دے کر واپس بھیجا۔ لیکن شریر مروان نے پھر حضرت عثمانؓ کو اس قرارداد پر عمل پیرا نہ ہونے دیا۔ یہ دیکھ کر تمام صحابہ کرامؓ حضرت عثمانؓ سے متنفر ہو گئے اور روز بروز خلافت میں شیخین (یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ) کی سنت کے خلاف واقعات رونما ہونے لگے۔

حضرت عثمانؓ کے معاملات مروان کے ہاتھ میں تھے۔ ان کی قوم کے لوگ ہر جگہ عامل تھے۔ جنہوں نے بدعت کا آغاز کیا۔ یہ دیکھ کر تمام مسلمان بدظن ہو گئے۔ مصر کے لوگ عبداللہ بن سعید بن سرح جو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی بجائے والیٔ مصر مقرر ہوئے تھے کے ظلم و ستم کی شکایات لے کر دربار خلافت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے صحابہ کرامؓ کے کہنے پر عبداللہ بن سعید کے

Marfat.com

پاس حکم نامہ بھیجا۔ اس نے حکم نامہ دیکھتے ہی مصر کے تمام اکابر و معزز لوگوں کو قید کر دیا۔ اُن میں سے ایک کو قتل بھی کر ڈالا۔ اس کے بعد چند لوگوں نے دوبارہ مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر اکابر صحابہ رضؓ کی خدمت میں تمام حالات بیان کیے۔ حضرت علی رضؓ، حضرت طلحہ رضؓ، حضرت زبیر رضؓ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے حضرت عثمان رضؓ سے کہہ کر عبداللہ بن سعید کو معزول کرا دیا اور اس کی جگہ حضرت محمدؓ بن ابو بکر رضؓ کو والیٔ مصر مقرر کرایا۔ محمد بن ابو بکر رضؓ کو حضرت عثمان رضؓ نے چند اور آدمیوں کے ساتھ حکم نامہ دے کر مصر روانہ کیا تھا تاکہ وہاں جا کر مظلوموں کی داد رسی کریں۔ تین رات دن سفر کرنے کے بعد انہوں نے ایک غلام کو دیکھا کہ اونٹ پر سوار ہو کر پریشانی کی حالت میں جا رہا تھا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرت عثمان رضؓ کا غلام ہے۔ مزید تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کے پاس حضرت عثمان رضؓ کی مہر اور مروان کے دستخط شدہ عبداللہ بن سعید کے نام ایک خط تھا جس میں یہ لکھا تھا کہ تم بدستور والیٔ مصر ہو اور یہ کہ محمدؓ بن ابو بکر رضؓ اور اس کے ہمراہیوں کو وہاں پہنچتے ہی قتل کر دو تاکہ اہلِ مصر کا یہ فتنہ ختم ہو جائے۔ یہ دیکھ کر محمدؓ بن ابو بکر رضؓ واپس مدینہ منورہ چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے وہ خط مہاجرین و انصار کو دکھایا۔ حضرت علی رضؓ، حضرت طلحہ رضؓ، حضرت زبیر رضؓ اور حضرت سعد رضؓ خط لے کر حضرت عثمان رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ کیا یہ اونٹ اور لوگ آپ کے ہیں؟ حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا۔ "ہاں"۔ اس کے بعد انہوں نے پوچھا کہ یہ خط آپ نے لکھا ہوگا۔ حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا۔ حاشا و کلّا۔ نہ یہ خط میں نے لکھا ہے نہ مجھے اس کے متعلق کوئی علم ہے۔ پس صحابہ رضؓ نے سمجھ لیا کہ یہ کام مروان شریر کا ہے۔ لہٰذا انہوں نے حضرت عثمان رضؓ سے کہا کہ مروان کو ہمارے حوالے کر دیجیے تاکہ ہم اس سے تفتیش حال کریں۔ لیکن آپ نے یہ بات نہ مانی۔ باوجودیکہ مروان آپ کے گھر میں موجود تھا۔ اس سے صحابہ کرام رضؓ رنجیدہ خاطر ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

(احقر مترجم نے مختلف کتب تاریخ سے یہ تحقیق کی ہے کہ دراصل وہ جعلی خط نہ حضرت عثمان رضؓ نے لکھا تھا۔ نہ مروان نے بلکہ یہ عبداللہ بن سبا منافق یہودی کی سازش کا نتیجہ تھا۔ احقر اپنے گذشتہ نوٹ میں تحریر کر چکا ہے کہ عبداللہ بن سبا نے حضرت علی رضؓ، حضرت طلحہ رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ کی طرف سے

Marfat.com

اہل مصر، کوفہ و بصرہ کو جعلی خط لکھ کر وہاں سے ایک ایک ہزار باغی مدینہ منورہ میں شرارت پھیلانے کے لیے منگوا لیے تھے۔ اب جب عبداللہ بن سبا لعین کو معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رض نے والی مصر کو معزول کر کے محمد بن ابو بکر رض کو اس کی جگہ مقرر کر دیا ہے تو اس نے دیکھ لیا کہ اس کی سازش کارگر نہ ہوئی۔ اس لیے اس نے حضرت عثمان رض کی طرف سے جعلی خط لکھ کر والیٔ مصر کی طرف بھیجا تاکہ مصر کا وفد حضرت سے برگشتہ ہو کر مدینہ واپس آئے اور دوبارہ شرارت پھیلانے میں مدد دے۔ تواریخ میں لکھا ہے کہ یہ نکتہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پکڑا کیونکہ جب مصر کا وفد وہ جعلی خط لے کر مدینہ منورہ پہنچا تو اس کے ساتھ کوفہ و بصرہ کے وفد جو سمت مخالف میں واپس جا رہے تھے۔ وہ بھی واپس مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کوفہ و بصرہ کے وفود سے دریافت فرمایا کہ اگر فی الواقع حضرت عثمان رض نے یہ خط والیٔ مصر کو لکھا اور راستے دیکھ کر مصر کا وفد واپس آگیا۔ تو تم کوفہ و بصرہ کو یعنی سمت مخالف میں جانے والوں کو اس کا کس طرح علم ہو گیا۔ اس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ خط خود باغیوں کا تحریر شدہ ہے۔۔۔۔۔ مترجم کا نوٹ ختم ہوا)

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت طلحہ رض اور محمد (ابن ابو بکر) نے مصر کے لوگوں سے مل کر حضرت عثمان رض کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ بعض اہل سیر کے نزدیک محاصرہ کی مدت چھ ماہ تھی۔ بعض کے نزدیک دو ماہ آٹھ دن یا ۴۹ دن یا ۴۰ دن۔ صاحب روضۃ الاحباب کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت علی رض کو یہ خبر ملی کہ جمعہ کے دن باغی حضرت عثمان رض کو قتل کر دیں گے۔ چنانچہ آپ نے حضرت حسن رض اور حضرت حسین رض اور قنبر کو ایک کثیر جماعت دے کر حضرت عثمان رض کی مدد کے لیے روانہ فرمایا۔ حضرت طلحہ رض اور حضرت زبیر رض نے بھی اپنے آدمیوں کو حضرت امام حسن رض اور حضرت امام حسین رض کے ساتھ کر دیا۔

(نوٹ ۔۔۔۔) یہاں مصنف کتاب ہذا کی تضاد بیانی یا عدم تحقیق قابل ملاحظہ ہے۔ اوپر لکھتے ہیں کہ حضرت طلحہ رض و حضرت محمد رض نے حضرت عثمان رض کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں یہ لکھ رہے کہ حضرت طلحہ رض نے اپنے آدمیوں

Marfat.com

کو حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے ساتھ حضرت عثمانؓ کی مدد کے لیے روانہ کیا)
ان کو دیکھ کر باغی اشتعال میں آگئے اور ان پر پتھر پھینکنے شروع کیے۔ اس افراتفری میں حضرت امام حسنؓ کا چہرہ مبارک خون آلودہ ہوگیا۔ حضرت زبیرؓ کا لڑکا بھی زخمی ہوگیا۔ اس کے بعد باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کو آگ لگا دی۔ جس سے لوگ ان کے گھر سے دور بھاگ گئے۔ اب باغی ایک انصاری کے گھر سے جو حضرت عثمانؓ کے گھر سے متصل تھا۔ حضرت عثمانؓ کے گھر میں داخل ہوگئے۔ اس وقت آپ تلاوت کلام پاک میں مصروف تھے۔

(سکونِ قلب ملاحظہ ہو)

کہتے ہیں کہ محمدؓ بن ابوبکرؓ نے آکر آپ کی ریش مبارک پکڑ لی۔ آپ نے فرمایا۔ اے بیٹے اگر تیرا باپ زندہ ہوتا تو اس ڈاڑھی کا وہ بھی شرم کرتا۔ محمدؓ شرمندہ ہوا اور باہر چلا گیا۔ اس کے بعد ایک اور آدمی جو پست قد اور ازرق چشم تھا اور جس کا نام روان بن سرخان تھا۔ خنجر تان کر ان کے سر پر جا پہنچا اور اس خلیفہ کامل حلم و حیا کو شہید کر ڈالا۔ آپ کے خون کے قطرات قرآن مجید پر جا پڑے اور آپ کی روح مبارک روضۂ رضوان میں جا پہنچی۔ آپ کی خلافت کی مدت بیندہ سال گیارہ ماہ اور اٹھارہ دن تھی اور آپ کی عمر شریف ایک قول کے مطابق نوے سال تھی اور ہجرت کے پینتیسویں سال جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ آپ کی آٹھ بیویاں تھیں۔

(اس کا یہ مطلب نہیں کہ بیک وقت آٹھ زندہ تھیں۔ بلکہ کل آٹھ بیویوں سے آپ نے نکاح کیا)

ان میں سے دو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں تھیں۔ یعنی ایک حضرت رقیہؓ اور دوسری ام کلثوم۔ تمام بیویوں میں سے آپ کے آٹھ لڑکے اور نو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ایک اور روایت کی رُو سے سات لڑکے اور آٹھ لڑکیاں تھیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں سے کوئی اولاد زندہ نہ رہی۔

چنانچہ کتب تاریخ میں اس کا مفصل ذکر ہے۔ آپ کی خلافت کے زمانے میں یعنی سال ۳۱ھ ہجری میں حضرت دحیہ کلبیؓ نے کہ جن کی صورت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام آکر وحی لاتے تھے۔ وفات پائی۔ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ نے بھی آپ کے عہدِ خلافت یعنی سال ۳۲ھ

Marfat.com

میں وصال پایا۔

حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کے بعد مہاجرین اور انصار کی دعوت پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ جیسا کہ کتاب "حدیقہ" میں اشارتاً درج ہے۔ بیت ؎

۱۔ اے سنائی بقوتِ ایماں وصفِ حیدرؓ بگو از دل و جاں

ترجمہ: (اے سنائی ایمان کی قوت سے حیدرِ کرارؓ کا وصف دل اور جان سے بیان کر)

۲۔ آں مدیحے مدائح مطلق زہق الباطل است وجاء الحق

ترجمہ: (آپ یعنی حضرت علیؓ تمام صفتوں کے سزاوار ہیں اور آپ کے وجود مسعود سے باطل بھاگ جاتا ہے اور حق قائم ہوتا ہے)

ذکر اسد اللہ الغالب امیر المومنین والمومنات

علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علیؓ کے جملہ حالات حصہ دوم میں آرہے ہیں۔ اس جگہ تمام عشرہ مبشرہ (یعنی دس صحابہ کرامؓ جن کے قرآن مجید میں بہشتی ہونے کی بشارت آئی ہے) کے حالات تبرک کی خاطر اجمالاً بیان کیے جاتے ہیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح

عشرہ مبشرہ میں سے پہلے چار صحابہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ پانچویں صحابی حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح ہیں۔ جن کا اسم شریف عامرؓ تھا۔ آپ قریش کے سرداروں میں سے ہیں۔ واقعہ فیل کے تیرھویں سال پیدا ہوئے اور اٹھائیس سال کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق

Marfat.com

میں فرمایا ہے کہ ہر امت کے لیے ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے لیے امین ابو عبیدہ بن الجراحؓ ہے۔" آپ کے کمالات کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کا کیا مرتبہ تھا۔ روضۃ الاحباب کی جلد دوم میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اسی روز تمام انصار ثقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہوئے اور خلافت کے متعلق بحث مباحثہ کرنے لگے۔ وہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو گھر سے باہر لائے تاکہ ان کو خلیفہ مقرر کر کے ان کی بیعت لی جائے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابو عبیدہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے جماعتِ انصار کو دلائل و براہین سے سمجھایا اور خلافت کے معاملہ میں ان کو مطمئن کیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امین کا خطاب عطا فرمایا ہے۔ آگے آئیں تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں، کیونکہ خلافت کے مستحق آپ ہیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی موجودگی میں میں خلافت کا مستحق نہیں ہوں۔ اس کے بعد سب نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیعت کر لی۔ کتاب مذکور میں اسی مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو پہلے دن انہوں نے حضرت ابو عبیدہؓ کو ملک شام کا عامل مقرر کر کے بھیجا۔ وہاں آپ سے بہت کارہائے نمایاں سرزد ہوئے، جن کا ذکر کتب تاریخ میں مفصل ملتا ہے۔ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کے خلافت کے زمانے میں ہجرت کے اٹھارہویں سال شام کے علاقوں میں مرضِ طاعون پھیل گئی اور یہ پہلا مرضِ طاعون ہے جو اہلِ اسلام کو پیش آیا۔ اس مرض سے پچیس ہزار صحابہؓ و تابعینؒ وغیرہ فوت ہو گئے۔ ابو عبیدہؓ نے ممبر پر چڑھ کر اس موضوع پر ایک بلیغ خطبہ دیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے بعد فرمایا: کہ بے شک یہ مرضِ طاعون حق تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت ہے اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کا نتیجہ ہے اپنی امت کے حق میں کہ جس کی وجہ سے صالحین کی موت واقع ہوئی ہے۔ میں ابو عبیدہؓ بھی صدقِ نیت سے اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے بھی اسی مرض سے موت نصیب ہو تاکہ میری روح اسی کے سبب اعلیٰ العلیین میں جا پہنچے۔ یہ کہہ کر آپ ممبر سے نیچے اتر آئے۔ اسی دن آپ طاعون میں مبتلا ہوئے اور عالمِ بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ آپ کا مدفن حمص میں ہے۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ اپنی آخری عمر میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر ابو عبیدہؓ

Marfat.com

زندہ ہوتے تو خلافت ان کے سپرد کرتا۔ آپ کے کمالات بے شمار ہیں۔ جن کی گنجائش اس مختصر کتاب میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریقِ رحمت فرما دیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ

عشرہ مبشرہ میں سے چھٹے اصحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہیں جو واقعہ فیل کے دوسرے سال پیدا ہوئے اور نبوت کے تیسرے سال مشرف باسلام ہوئے۔ آپ کا شمار اکابر قریش میں ہوتا ہے۔ آپ حضرت عثمانؓ کے داماد تھے۔ جب حضرت عمرؓ نے خلافت کا معاملہ چھ صحابہؓ کے سپرد کیا۔ ان میں سے ایک حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تھے۔ دیگر صحابہ کرامؓ یہ تھے۔ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے صحابہ کرامؓ کی اس جماعت سے خطاب کر کے فرمایا کہ آپ سب احباب کو معلوم ہونا چاہیے کہ مجھے امرِ خلافت سے کوئی اختلاف یا رغبت نہیں ہے۔ اگر آپ چاہیں تو آپ کی طرف سے خلیفہ تجویز کردوں۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنا معاملہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد کیا۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنا کام حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سپرد کیا۔ الغرض گفت و شنید کے بعد خلافت کا معاملہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان رہ گیا اور اس بات پر سب کا اتفاق ہو گیا کہ ان دونوں یعنی حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جن کو منتخب کریں، سب ان کی بیعت کریں گے۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے تین دن تک صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ بعض کو حضرت علیؓ کے حق میں پایا اور بعض کو حضرت عثمانؓ کے حق میں۔ تیسرے دن بعد نماز فجر آپ تلوار لگا کر مسجد نبوی میں آئے اور تمام مہاجرین و انصار کو منادی کر دی کہ سب حاضر ہو جائیں۔ اس کے بعد آپ ممبر پر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کے بعد پہلے انہوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ کیا آپ عہد کر سکتے ہیں کہ اگر آپ کو خلافت کے لیے منتخب کیا جائے تو آپ اللہ تعالیٰ کے احکام اور سنت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے طریق کار پر عمل کریں گے۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں وثوق کے ساتھ تو نہیں کہہ سکتا

Marfat.com

لیکن حتی الوسع میں اسی طرح کرنے کی کوشش کروں گا۔ تین مرتبہ اس سوال و جواب کے بعد حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے جب حضرت عثمانؓ سے یہی بات دریافت کی تو آپ نے پہلی نوبت میں بلاتوقف وبلاقید قبول کیا۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے حضرت عثمانؓ سے بیعت کر لی اور تمام صحابہ کرامؓ نے ان کی موافقت کی۔ یہ قصہ بہت طویل ہے اور اس مختصر کتاب میں اس کی گنجائش نہیں۔ روضۃ الاحباب کی جلد دوم میں اس کا مفصل ذکر ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے۔

(نوٹ ...... منجانب احقر مترجم) بعض کتب تاریخ میں یہ مروی ہے کہ حضرت عثمانؓ سے بیعت سے قبل حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ اگر میں حضرت عثمانؓ کو خلیفہ مقرر کروں تو آپ کو کوئی عذر ہے۔ انہوں نے فرمایا، کوئی عذر نہیں۔ اس طرح انہوں نے حضرت عثمانؓ سے دریافت کیا کہ اگر حضرت علیؓ کو منتخب کروں تو آپ کو کوئی حرج ہے! انہوں نے فرمایا، نہیں۔ اس کے بعد انہوں نے تمام صحابہؓ کے ساتھ مشورہ کیا۔ ان میں سے اکثر صحابہؓ کی رائے حضرت عثمانؓ کے حق میں تھی۔ پس انہوں نے ان کو خلیفہ مقرر کر کے پہلے خود ان کی بیعت کی اور تمام صحابہ کرامؓ نے ان کی موافقت کی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں ہجرت کے تبتیسویں (۳۲) سال میں وفات پائی۔ آپ کی عمر ستر (۷۲) سال اور دوسری روایت کے مطابق ستاسی (۸۷) سال تھی۔

حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ

عشرہ مبشرہ میں سے ساتویں صحابی حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ ہیں جو قریش کے معزز سرداروں میں سے ہیں۔

حضرت زبیر بن عوامؓ

عشرہ مبشرہ میں سے آٹھویں صحابی حضرت زبیرؓ بن عوام بن خویلد ہیں۔ آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے برادر زادہ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے داماد تھے۔ آپ اہل قریش کے معزز ترین اصحاب میں سے تھے۔ واقعہ فیل کے پندرھویں سال پیدا ہوئے اور نبوت کے تیسرے سال حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت طلحہؓ کے بعد اسی دن حضرت زبیرؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دلالت

Marfat.com

سے مشرف باسلام ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال شفقت سے عشرہ مبشرہ میں داخل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد آپ تینوں خلفائے کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشاورات میں ہمراز رہے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو پہلے شخص جنہوں نے ان سے بیعت کی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام تھے۔ چند روز کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوفہ اور بصرہ کی حکومت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم مجھ سے جدا ہوگئے تو میں کس سے مشورہ کیا کروں گا۔ یہ بات ان کو ناگوار گذری اور طواف کعبۃ اللہ کے لیے رخصت طلب کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں جس کام کے لیے آپ جانا چاہتے ہیں۔ لیکن میں کچھ نہیں کہنا چاہتا، آپ جو چاہیں کریں۔ پس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے لشکر جمع کیا اور مروان ابن حکم جو تمام فتنہ کی جڑ تھا کے ساتھ مل گئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ متفق کر کے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف خروج کیا۔ چنانچہ جنگ جمل کا واقعہ مکمل روضۃ الاحباب کی جلد دوم میں مندرج ہے اور اس مختصر کتاب میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ کہ جنگ جمل کے آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا اور وہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو یاد دلائیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں وارد ہوئی تھیں۔ اس سے انہوں نے شرمسار ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا اقرار کیا۔ پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے خجالت سے مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ رلستے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج کا ایک سوار آرہا تھا۔ جس نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا کام تمام کر دیا۔۔۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی شرمسار ہو کر اپنی فوج کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔ مروان بن حکم نے اپنے غلام سے کہا کہ یہ وہی طلحہ رضی اللہ عنہ ہے کہ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر کے ان کے قتل کی کوشش کر رہا تھا اور ابھی ان کے خون کے بدلہ لینے کے لیے کمربستہ تھا۔ لیکن اس وقت یہ ارادہ ترک کر کے پیچھے جا کھڑا ہے۔ اس کا کام تمام کر دو۔ پس اس غلام نے ان کے ایک تیر مارا۔ جس سے وہ چند ساعت کے بعد جاں بحق ہو گئے۔ اونٹ کے پاؤں کٹ جانے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے صلح کر لی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو مکمل اعزاز کے ساتھ روضۂ اطہر کی خدمت کے لیے مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی وفات ہجرت کے تیسویں

Marfat.com

سال ہوئی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت معاویہؓ بن ابوسفیانؓ کی حکومت کے زمانے میں قید حیات میں رہیں اور ستاون ہجری یا بروایت دیگر اٹھاون ہجری میں رحلت فرمائی۔ آپ کی عمر شریف چھیاسٹھ یا چھپن سال تھی۔ آپ کا مدفن جنت البقیع میں ہے۔ اللہ ان پر رحمت کرے۔

(مختلف تواریخ کے مطالعہ سے احقر مترجم کی تحقیق یہ ہے کہ جنگ جمل سے پہلے صحابہ کرام کی کوششوں سے حضرت علیؓ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مابین صلح ہوگئی جس سے باغی مفسدین کا گروہ غمزدہ تو ہوا لیکن مایوس نہ ہوا۔ رات کو بیٹھ کر انہوں نے باہمی صلاح مشورہ سے اپنے چند جوان بھیج کر حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کی افواج پر بیک وقت حملہ کر دیا۔ رات کے اندھیرے میں جب ان سے پوچھا گیا کہ تم کون ہو تو جن لوگوں نے حضرت علیؓ کی فوج پر حملہ کیا۔ انہوں نے کہا ہم عائشہؓ کی فوج ہیں اور جن لوگوں نے حضرت عائشہؓ کی فوج پر حملہ کیا۔ انہوں نے کہا ہم حضرت علیؓ کی فوج سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس سے طرفین نے ایک دوسرے پر عہد شکنی کا الزام لگایا اور زور سے لڑائی شروع کر دی ساری رات لڑائی ہوتی رہی اور کثرت سے مسلمان شہید ہوئے۔ صبح کے وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ نے خود میدان جنگ میں جاکر لڑائی بند کرانے کی کوشش کی اور حضرت علیؓ سے ملاقات کے بعد ان کو دشمنانِ اسلام یہودیوں کی سازش کا علم ہوا جو عبداللہ بن سبا چلا رہا تھا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

عشرہ مبشرہ میں سے نویں صحابی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ہیں۔ آپ کا شمار سرداران قریش میں ہوتا ہے۔ آپ واقعہ فیل کے آٹھویں سال پیدا ہوئے اور سترہ سال کی عمر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ اسی دن یا دوسرے دن مشرف باسلام ہوئے۔ انہوں نے اپنی جان اور مال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں قربان کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد چاروں خلفائے کرام کے ساتھ بھی آپ تعاون کرتے رہے۔ آپ کے فضائل کمالات بے شمار ہیں جو اس مختصر سی کتاب میں نہیں سما

Marfat.com

سکتے۔ آپ نے ہجرت کے پینتالیسویں ۴۵ھ سال حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت کے زمانے میں وفات پائی۔ آپ کی عمر اسّی سال تھی۔ آپ کا مدفن مدینۃ الرسولؐ میں ہے۔ اللہ ان پر رحمت کرے۔

حضرت سعد بن زیدؓ

عشرہ مبشرہ میں سے دسویں صحابی حضرت سعد بن زیدؓ ہیں آپ حضرت عمر ابن خطابؓ کے چچازاد بھائی اور قریش کے محبوب ترین فرد تھے۔ حضرت عمرؓ کی ہمشیرہ بھی ان کے عقد میں آئیں۔ آپ عین شباب میں مشرف باسلام ہوئے۔ آپ تمام کمالاتِ انسانی سے آراستہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے نہایت شفقت سے پیش آتے تھے۔ آپ تمام خلفائے اربعہؓ کے زمانۂ خلافت میں معزز و مکرم رہے۔ آپ کے کمالات اور خوارق عادات بہت ہیں۔ اس مختصر سی کتاب میں ان کی گنجائش نہیں۔ اکاون ۵۱ھ ہجری میں حضرت امیر معاویہؓ کے زمانۂ حکومت میں رحلت فرمائی۔ آپ کی عمر اسّی سال تھی اور مدفن مدینہ منورہ میں پایا۔ الغرض تمام علمائے امت اس پر متفق ہیں کہ یہ عشرہ مبشرہ مذکور اہل جنت ہیں اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث قطعی ہیں۔ حضرت شیخ شرف الدین منیریؒ "آداب المریدین" کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے اور اس حدیث کے راوی حضرت سعد بن زیدؓ ہیں جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دس آدمی جنتی ہیں۔ ابوبکرؓ جنتی ہیں۔ عمرؓ جنتی ہیں۔ عثمانؓ جنتی ہیں۔ علیؓ جنتی ہیں۔ ابو عبیدہ بن الجراحؓ جنتی ہیں۔ عبدالرحمٰنؓ جنتی ہیں۔ طلحہؓ جنتی ہیں۔ زبیرؓ جنتی ہیں۔ سعد بن ابی وقاصؓ جنتی ہیں اور سعد بن زیدؓ جنتی ہیں پس یہ شہادت مضبوط ہو گئی۔ ان کے کمالات کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے۔ فہم من فہم (سمجھا جس نے سمجھا)

حضرت زید بن حارثؓ

صحابہ کرامؓ میں سے دوسرے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین صحابی حضرت زید بن حارثؓ ہیں۔ آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے آزاد کردہ غلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے (لے پالک) (بنائے ہوئے بیٹے) تھے۔ چنانچہ اس کے بعد ان کو زید بن محمدؐ کہا کرتے تھے۔ اگر کوئی ان کو زید بن محمدؐ نہ کہتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو جاتے تھے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس قدر مہربانی فرمائی کہ اپنی چچازاد بہن زینبؓ کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا چنانچہ

Marfat.com

یہ حکایت مفصل روضۃ الاحباب میں درج ہے۔ حضرت زیدؓ بن محمدؐ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت محرم راز اور مزاج شناس تھے۔ چنانچہ ساری عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں گزاری اور کبھی آپ کی مرضی کے خلاف ان سے کوئی بات سرزد نہ ہوئی اور اکثر غزوات میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔ چنانچہ غزوہ موتہ میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پورا کرنے میں جان دے دی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہجرت کے ساتویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم بصریٰ کو ایک خط لکھا اور حارث بن عمرؓ کے ہاتھ وہ خط ارسال فرمایا۔ جب حارثؓ موتہ کے علاقے میں پہنچے، قیصر روم کا وزیر اعظم وہاں موجود تھا اس نے دریافت کیا کہ کہاں جاتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت محمدؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایلچی ہوں اور ملک شام کو جا رہا ہوں اس نے حارثؓ کو شہید کر دیا۔ اس سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچیوں میں سے کوئی قتل نہیں کیا گیا تھا اس خبر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت رنج ہوا۔ چنانچہ آپ نے جہاد کی تیاری شروع کر دی اور لوگوں کو حکم دیا کہ جرف کے مقام پر جمع ہو جائیں۔ جب تین ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود وہاں تشریف لے گئے اور اس فوج سے خطاب فرمایا کہ میں نے زیدؓ کو تمہارا امیر مقرر کیا ہے۔ اگر زیدؓ قتل ہو جائے تو جعفر بن ابی طالبؓ امیر ہو جائے۔ اگر وہ مارا جائے۔ عبداللہ بن رواحہؓ امیر بنایا جائے۔ اگر وہ بھی مارا جائے تو مسلمان اپنا امیر خود مقرر کر [illegible] پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید جھنڈا بلند فرما کر حضرت زیدؓ کے ہاتھ میں دیا اور نصیحت فرمائی کہ جاؤ اور حارث کو قتل کرو اور اس قوم کو اسلام کی دعوت دو۔ اگر قبول کریں تو بہتر ورنہ ان کے ساتھ جہاد کرو۔ پس حضرت زیدؓ بن محمدؐ اس لشکر کا سردار بن کر روانہ ہو گئے۔ جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ہرقل قیصر روم نے ان کی امداد کے لیے قریب ایک لاکھ فوج وہاں بھیج دی ہوئی ہے۔ جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو حضرت زیدؓ بن محمدؐ نے علم بلند کیا اور جنگ شروع کر دی۔ اس دوران ان کے ایک نیزہ لگا اور شہید ہو گئے۔ ان کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے جھنڈا بلند کیا اور بے شمار کافروں کو قتل کیا۔ آخر وہ بھی شہید ہو گئے۔ ان کے بعد عبداللہ بن رواحہؓ نے جھنڈا بلند کیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ الغرض خالد بن ولیدؓ کی بے حد کاوشوں اور کوششوں سے اہل اسلام کو فتح ہوئی اور کفار نے شکست کھائی۔ صاحب روضۃ الاحباب

Marfat.com

لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں مسجد میں بیٹھے جنگِ موتہ کے حالات دیکھ رہے تھے اور زار زار رو رہے تھے اور زیدؓ اور جعفرؓ وغیرہ کی شہادت کا مفصل ذکر فرما رہے تھے۔ اور یہ فرما رہے تھے کہ بعد ازاں اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار یعنی خالدؓ نے عَلَم بلند کیا اور اس کے ہاتھ پر فتح حاصل ہوئی۔ اسی دن سے حضرت خالد بن ولیدؓ کا لقب سیف اللہ ہو گیا (یعنی اللہ کی تلوار) نیز آپ نے اپنی زبانِ مبارک سے فرمایا کہ زیدؓ وغیرہ کو میں نے دیکھا کہ بہشت میں سونے کے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جعفرؓ کو میں نے دیکھا کہ ایک فرشتے کی شکل میں پرواز کر رہے ہیں اور اوپر کے درجات طے کر رہے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کو جعفر طیارؓ کہا جاتا ہے۔ حضرت زیدؓ بن محمدؐ کے کمالات اس قدر زیادہ ہیں کہ اس کتاب میں ان کی گنجائش نہیں۔ اہلِ معرفت کے لیے یہی کافی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی فرزندیت میں قبول فرمایا ہے۔ ان کی شہادت ہجرت کے آٹھویں سال میں بلادِ روم میں واقع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے۔ ان کی شہادت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمالِ شفقت سے ان کے لڑکے اسامہ بن زیدؓ کی تربیت شروع کی۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے باپ سے بھی زیادہ صاحبِ کمال ہوئے اور بعض غزوات میں ان سے کارہائے نمایاں رونما ہوئے۔ صاحب روضۃ الاحباب صحاح ستہ سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ سوموار کے دن ماہ صفر کی چھبیسویں تاریخ ہجرت کے گیارھویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو لشکر تیار کرنے کا حکم فرمایا۔ تاکہ روم کی طرف روانہ کیا جائے اور اسامہ بن زیدؓ سے فرمایا کہ میں نے تم کو اسی لشکر کا امیر بنایا ہے۔ جاؤ اپنے باپ کی طرح اس قوم سے جنگ کرو اور ان کے ملک کو فتح کرو۔ جلدی جاؤ تاکہ تمہارے آنے کی خبر ان تک پہنچنے سے پہلے تم وہاں پہنچ جاؤ۔

بدھ کے دن یعنی اٹھائیس صفر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے۔ دوسرے دن بیماری کے باوجود آپ نے اپنے ہاتھ سے اس جنگ کے لیے جھنڈے تیار فرمایا۔ اسامہؓ کو جھنڈے عنایت فرما کر روانہ فرمایا۔ انہوں نے مقام جرف میں پڑاؤ کیا تاکہ سب لشکر جمع ہو جائے۔ تمام اکابر مہاجرین و انصار مثل حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبیدہ بن جراح اور حضرت سعدؓ بن زیدؓ وغیرہ

Marfat.com

کو آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اسامہؓ کے لشکر میں شامل ہو جائیں۔ اس سے بعض لوگوں کی طبیعت کچھ مکدر ہوئی اور از راہ طعن کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام کو اکابر مہاجرین پر امیر بنا دیا ہے۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک تک جا پہنچی۔ آپ بے حد غضب ناک ہوئے اور مرض کے باوجود گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنا سر مبارک باندھا ہوا تھا۔ ممبر پر تشریف لے جا کر پہلے حمد وثنائے حق تعالیٰ پڑھی اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے جو اسامہؓ کی امارت کے بارے میں مجھ تک پہنچی ہے۔ اگر آج کسی نے اسامہؓ کے امیر بننے پر طعن کیا ہے تو درحقیقت انہوں نے انکے باپ زیدؓ کے امیر بننے پر طعن کیا ہے۔ یعنی جنگ موتہ کے وقت۔ اللہ کی قسم۔ وہ امارت کے لائق تھا اور اس کے بعد اس کا لڑکا بھی امارت کے قابل ہے۔ زیدؓ مجھے سب سے زیادہ عزیز تھا اور اسامہؓ بھی اس کے بعد مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ پس اس کے حق میں میری وصیت نیکی کے ساتھ قبول کرو اور اس کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو۔ کیونکہ وہ برگزیدوں میں سے ہے۔ اس کے بعد آپؐ ممبر سے نیچے تشریف لائے اور اپنے گھر چلے گئے۔ یہ شنبہ یعنی ہفتہ کے دن اور دسویں ماہ ربیع الاول کا واقعہ ہے اس کے بعد لوگ آتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے الوداع کہہ کر حضرت اسامہؓ کے لشکر میں شریک ہو جاتے تھے۔ اس وقت آپؐ مرض کی تکلیف میں تھے اور فرماتے تھے جاؤ اور اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم کے علاوہ اپنے پاس کوئی آدمی نہ چھوڑا۔ اتوار کے دن آپ کی حالت نازک ہو گئی۔ حضرت اسامہؓ آپ سے الوداع ہونے کے لیے آئے۔ انہوں نے اپنا سر نیچے کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر علیل تھے کہ بات کرنے کی طاقت نہ تھی۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور اسامہؓ کی طرف لے گئے۔ اسامہؓ کو معلوم ہو گیا کہ آپؐ میرے حق میں دعا فرما رہے ہیں۔ وہ باہر چلے گئے اور رات کو اپنے لشکر میں پہنچ گئے۔ سوموار کی صبح آنحضرتؐ کو افاقہ ہوا۔ اسامہؓ واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو الوداع کیا۔ جب وہ اپنے لشکر گاہ میں پہنچے اور فوج کو کوچ کا حکم دیا تو کسی نے آ کر اطلاع دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ نزع میں ہیں۔ چنانچہ اسامہؓ واپس آئے اور ان کے ساتھ اکابر صحابہؓ بھی واپس آ گئے۔ حضرت اسامہؓ

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ دولت پر حاضر ہوئے اور عَلَم بھی ساتھ لائے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تدفین سے فراغت ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین (خلیفہ) مقرر ہوئے تو انہوں نے حکم دیا کہ اس جھنڈے کو اسامہؓ کے گھر لے جایا جائے اور وہی لشکر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا، روانہ کیا جائے۔ پس حضرت اسامہؓ نے گھر سے نکل کر جرف میں قیام کیا تاکہ لشکر جمع ہو جائے اس دوران میں خبر ملی کہ عرب کے بعض قبائل مرتد ہو گئے ہیں۔ لوگوں نے حضرت صدیق اکبرؓ سے عرض کی کہ اسامہؓ کے لشکر کی روانگی ملتوی کی جائے تاکہ مرتدوں سے پہلے نپٹ لیا جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ ہو لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد اسامہؓ نے درخواست کی کہ حضرت عمرؓ کو اجازت دی جائے تاکہ وہ آپ کے پاس رہ جائیں پس حضرت اسامہؓ کی درخواست پر حضرت عمرؓ لشکر کے ساتھ نہ گئے۔ جب ماہ ربیع الاوّل شروع ہوا۔ حضرت اسامہؓ اپنے باپ کے مقتل کی طرف متوجہ ہوئے اور دشمنانِ اسلام پر فتح پائی اور بے شمار کفار کو تہ تیغ کیا۔ ان کے بعض باغوں اور درختوں کو جلا دیا اور مکانوں کو گرا دیا۔ اپنے باپ کے قاتل کو قتل کرایا اور بے شمار مالِ غنیمت حاصل کر کے واپس مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ اسامہؓ بن زیدؓ کے کمالات کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اسامہؓ بن زیدؓ کی عمر لمبی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لے کر حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت تک زندہ رہے اور سینتالیس ہجری میں دارالبقا کی طرف رحلت کی۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے۔

اصحابِ صُفّہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری عزیز ترین جماعت اصحابِ صُفّہ تھی کیونکہ ان حضرات کی وجہ سے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنابِ باری تعالیٰ سے تنبیہہ ہوئی تھی۔ جیسا کہ کلام پاک میں وارد ہے اور اہلِ تاریخ بیان کرتے ہیں۔ نیز حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء بدایونیؒ اور حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانیؒ کے کلام اور سیر الاولیاءؒ سے یہی پایا جاتا ہے کہ اصحابِ صُفّہ مدینہ منورہ میں ایک ایسی جماعت تھی جو فقر و زہد، توکل و تجرید میں مستقیم تھی اور ان میں سے کوئی شخص بھی شغل [illegible] کے بغیر کوئی [illegible] کسب نہیں کرتا تھا اور اسی چبوترے پر سکونت

Marfat.com

رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے لوگ ان کو اھلِ صُفّہ کہتے ہیں۔ وہ اھل صفا بھی تھے بوجہ صفائے باطن۔ انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال اعتقاد واخلاص تھا۔ جب آپ مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے یہ جماعت بھی کمال نیازمندی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہی اور فیض صحبتِ نبوی سے بہرور ہوتی رہی۔ چنانچہ کلام پاک اس پر شاھد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کبھی جہاد میں شامل نہیں فرماتے تھے اور ان کو اسی توکّل وتجرّد کے حال پر چھوڑ دیتے تھے حضرت شیخ علاؤالدولہ بھی عروۃ الوثقیٰ میں یہی اشارہ کرتے ہیں کہ اصحابِ صُفّہ ایک گروہ تھا رجال اللہ میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر نماز باجماعت ادا کرتے تھے اور فیض صحبت سے مستفیض ہوتے تھے اور حضرت حذیفہ یمانی کے سوا کوئی شخص ان کو نہیں پہچانتا تھا۔ چنانچہ اس کتاب کے شروع میں رجال اللہ کے حالات مفصّل بیان کیے گئے ہیں۔ کتاب خلاصۃ المناقب میں لکھا ہے کہ ایک دن کسی نے حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ سے سوال کیا کہ شبِ معراج میں اللہ تعالیٰ کو حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کو اللہ تعالیٰ سے کیا راز ونیاز رہا۔ انہوں نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ستر ہزار کلمات کی وضاحت کی قدرت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو پینتیس ہزار پوشیدہ اسرار سے بھی آگاہ فرمایا۔ ایک دفعہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصحابِ صُفّہ پر گذر ہوا تو وہ رموز جو لوگوں سے پوشیدہ تھے۔ ان سے سُنے۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ یہ راز تم لوگوں کو کس نے بتائے ہیں انہوں نے عرض کی کہ وہ راز جو آپ کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنے کا حکم ہوا ہے۔ ہمیں بلاواسطہ دلیعنی براہ راست ملک مقرب اور نبی مرسل نے اسی طرح بتائے ہیں جس طرح آپ کو بتائے گئے ہیں اور حضرت مولانا رومؒ کے کلام کا اشارہ اس بات کی طرف ہے ؎

من نہانی ز جبرائیلؑ امین   جبرائیلؑ وکہ امین دارم

(میں جبرائیلؑ امین سے پوشیدہ۔ جبرائیلؑ اور فرشتے رکھتا ہوں)

اور اکثر اربابِ تفاسیر وسیرت نگار اس پر متفق ہیں کہ اصحاب مہاجرین وانصار میں سے تھے۔ لیکن ان کی تعداد اور ناموں میں اختلاف ہے۔ بعض لکھتے ہیں کہ چار سو افراد تھے بعضوں کے نزدیک ان کی تعداد چالیس ہے۔ تفسیر حسینی میں چند اصحاب کے نام دیے گئے ہیں

Marfat.com

اور کشف المحجوب میں صحابہ مہاجرین میں سے چونتیس کے احوال نام بنام درج ہیں۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت عمار یاسرؓ، حضرت حذیفہ یمانیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت بلال حبشیؓ اور حضرت مقدادؓ وغیرہ یہ تھے اصحاب صفہ اور اس امت کے فقراء جو مسجد نبویؐ میں مقیم تھے اور ہر وقت حق تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھے۔ وہ تارک الدنیا تھے اور ہر چیز سے آزاد تھے۔ کلام پاک ان کے فضائل میں یوں ناطق ہے: قال اللہ تعالیٰ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لایستطیعون ضربا فی الارض تحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف تعرفھم بسیماھم لایسالون الناس الحافا ما تنفقوا من خیر فان اللہ بہ علیم۔

یعنی ان فقراء کی روزی کا انتظام کرو جو حق تعالیٰ کی عبادت کے لیے مخصوص ہو گئے ہیں اور طلب رزق کے لیے وہ کہیں نہیں جا سکتے۔ حالانکہ جاہل لوگ ان کو دولت مند سمجھتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ کسی سے سوال نہیں کرتے اور مستغنی عن الناس ہیں اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو ان کی علامت سے پہچانتے ہیں اور یہ لوگ لوگوں سے الحاح (عجز و زاری) سے سوال نہیں کرتے اور جو لوگ فقراء کے لیے صدقہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کس کو دیتے ہیں اور کس لیے دیتے ہیں۔ فھم من فھم (سمجھا جو سمجھا) یہ بھی صاحب کشف المحجوب نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث ہم تک پہنچی ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اصحاب الصفہ فرای فقرھم وجھدھم وطیب قلوبھم فقال البشروا یا اصحاب الصفہ فمن لقی من امتی علی النعت الذی انتم علیہ راضیا بما فیہ فانہ من رفقائی فی الجنۃ۔ یعنی حبیب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر گذر ہوا تو آپ وہاں ٹھہر گئے اور فقر و مجاہدہ میں ان کو خوش و خرم دیکھ کر فرمایا۔ میں تم کو اور تمہارے نقش قدم پر چلنے والوں کو اور اپنے فقر پر راضی رہنے والوں کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ جنت میں میرے رفیق ہیں اور حضرت شرف الدین منیریؒ نے کتاب آداب المریدین کی شرح میں لکھا ہے کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مکہ اور مدینہ کے امراء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ بشرطیکہ آپ اپنی امت کے فقراء کو منع کر دیں کہ آپ کے قریب نہ آئیں کیونکہ ہمیں ان

Marfat.com

سے شرم آتی ہے اور ان کے جسم اور کپڑوں سے ہمیں بدبو آتی ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کے ایمان لانے کی دلی تمنا تھی۔ آپ نے از روئے مصلحت حضرت عمرؓ کو ان فقراء کے پاس بھیج کر فرمایا کہ چند دنوں کے لیے نہ آئیں تاکہ یہ لوگ ایمان لے آئیں۔ ابھی حضرت عمرؓ روانہ نہ ہوئے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہ آیت لائے۔ لا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوات والعشی یریدون وجھہ وما علیک من حسابھم من شیءٍ وما من حسابک علیھم من شیءٍ فتطردھم فتکون من الظلمین ۝ یعنی رد نہ کر ان لوگوں کو جو رات دن اپنے پروردگار کو یاد کرتے ہیں اور اپنے مولا کی رضا کے طلب گار ہیں اور نہ ان کا حساب آپ پر اور نہ آپ کا حساب ان پر ہے۔ اگر آپ ان کو دور کریں گے تو آپ گروہ ظالمین میں سے ہوں گے۔ جب کافروں کو معلوم ہو گیا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام فقراء کو دور نہیں کریں گے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے اور فقراء کے درمیان باری مقرر کریں۔ ایک دن وہ آپ کے پاس آئیں اور ایک دن ہم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ اسی طرح کیا جائے۔ اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم ۔۔۔۔۔۔۔ الی آخر یعنی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ یعنی فقراء کے ساتھ صبر کرنے کا حکم فرمایا۔ یہاں صبر کے معنی حبس کے ہیں۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ رکھو جو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہیں۔ کیونکہ اگر ان کو یہ کہا جاتا کہ اپنے آپ کو پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ رکھو تو ہر حالت میں ان کے لیے یہ بات باعث فضیلت ہوتی۔ لیکن ان کی فضیلت کا کمال یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ اپنے آپ کو ان کے ساتھ رکھو۔ جب کفار کو اس آیت کا علم ہوا تو ان کو معلوم ہو گیا کہ ان کی تجویز کارگر نہ ہوئی۔ اب انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ فقراء اور ہمارے درمیان آپ باری مقرر نہیں کرتے اور آپ چاہتے ہیں ہم اور وہ ایک مجلس میں بیٹھیں تو آپ اتنا کریں کہ اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف رکھیں۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے اسلام لانے کی تمنا تھی۔ آپ نے حضرت عمرؓ کو فقراء کے پاس بھیجا کہ چند روز تک ہمارا رخ ان لوگوں کی طرف ہوگا۔ تم لوگ اس کو برا نہ منائیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بھی پسند نہ آیا چنانچہ

Marfat.com

جبرائیل امین یہ آیت شریفہ لائے ولا تعد عیناک عنھم ...... الی الآخر۔ اپنی آنکھوں کو ان درویشوں سے باز نہ رکھیے۔ بلکہ ان کی طرف مجلس میں دیکھیے۔ کیونکہ میں بھی ان کی طرف دیکھتا ہوں۔ اس آیت کے نزول کے بعد پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بھی ان میں سے کسی کو دیکھتے تو فرماتے کہ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری وجہ سے مجھ پر عتاب فرمایا ہے۔ چنانچہ تفسیر حسینی اور دیگر تفاسیر میں ان آیات کے شانِ نزول کے وقت فقراء کے بہت فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں تمام امت میں ان فقراء کا مشرب بہت ممتاز تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مصداق آیۂ پاک قُل لَا اَسئَلُکُم عَلَیہِ اجرا المودت فی القربیٰ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت اور مصاحبت میں بھی بہت وہ ممتاز تھے۔ چنانچہ میر سید محمد گیسو درازؒ جامع الکلم میں فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت علی کرم وجہہ سے عرض کیا کہ اپنے محبان کا وصف بیان فرمائیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کس کا وصف چاہتے ہو۔ اس نے کہا۔ حضرت عمار یاسرؓ کا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ ایک ایمان سے بھرا ہوا مومن ہے۔ اس نے پھر پوچھا کہ حضرت سلمان فارسیؓ کے حق میں آپ کیا کہتے ہیں۔ فرمایا کہ اس کے پاس اولین و آخرین کا علم ہے۔ اس کے بعد حضرت حذیفہ یمانیؓ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار ہیں۔ پس صوفیانِ اہلِ صفا کیوں اصحابِ صُفّہ کی اقتدا نہ کریں۔ جبکہ ان کا مرتبہ اللہ عزوجل اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس قدر بلند تھا۔ اس وجہ سے صاحبِ طبقاتِ صوفیہ، عوارف المعارف، کشف المحجوب اور دوسرے اربابِ تصوف اس بات پر متفق ہیں کہ جو شخص صحیح عقیدہ کا طلبگار ہے۔ اسے چاہیے کہ صحابہ کرامؓ کے طبقۂ اول کی اقتدا کرے کیونکہ فی الحقیقت ان کا زمانہ تمام دوسرے زمانوں سے بہتر تھا۔ چنانچہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ...... الی آخر۔ یعنی زمانوں میں سے بہترین زمانہ میرا ہے۔ اس کے بعد اس کے متصل کا زمانہ۔ اس کے بعد اس کے متصل کا زمانہ اس کے بعد کذب ظاہر ہو جائے گا۔

ماقل کے لیے نکتہ کافی ہے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

Marfat.com

طبقہ دوم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

اور

ائمہ کرام

کے

مجمل حالات

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

آپ شیرِ خدا کے لقب سے ملقب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادرِ روحی، تمام صوفیانِ اہلِ صفا کے پیشوا، عشق و بلا کو سر پہ اٹھانے والے امام المشارق والمغارب امیر المومنین علی ابن ابی طالب ابن عبد المطلب ابن ہاشم ابن عبد مناف تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں۔ آپ کی ولادت جمعہ کے دن تیرہ ماہ رجب واقعہ فیل کے تیسویں سال ہوئی۔ دوسری روایت کے مطابق واقعہ فیل کے اٹھائیسویں سال ہوئی۔ اس عاقبت محمود کی جائے ولادت خانہ کعبہ ہے۔ یہ سعادت ازل سے ابد تک کسی بشر کو نصیب نہیں ہوئی۔ چنانچہ کسی بزرگ نے یہ رباعی لکھی ہے ؎

در معرفت علی نہ چوں است و نہ چند
در خانۂ حق زاد بجانش سوگند
نے فرزندے کہ خانہ زادی دارد
شک نیست کہ باشد مش بجائے فرزند

(یعنی معرفت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کوئی مثال نہیں ہے۔ اس کی جان کی قسم وہ اللہ کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آج تک کوئی ایسا بچہ پیدا نہیں ہوا جو اللہ تعالیٰ کا خانہ زاد ہو اور اس میں شک نہیں کہ وہ (حق کے نزدیک بجائے فرزند ہیں)۔

آپ کی کنیت ابوالحسن اور ابو تراب ہے اور آپ کے القاب امیر المومنین، امام المسلمین مرتضیٰ، اسد اللہ اور ولی اللہ تھے۔ روضۃ الشہدا میں لکھا ہے۔ آپ نے تین دن تک ماں کا دودھ نوش نہ فرمایا۔ پس حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی گود میں اٹھا کر اپنا منہ آپ کے منہ پہ رکھا اور اپنی زبان وحدت بیان حضرت علی رض کے منہ میں دے دی۔ آپ کافی دیر تک آنحضرت کی زبانِ مبارک چوستے رہے اور لعاب دہن نبوی جو کہ سرچشمہ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی تھا کا شربت حیاتِ ظاہری و باطنی پیتے رہے۔ جب آپ پانچ سال کے ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو لے گئے اور خود ان کی تربیت فرماتے رہے حتیٰ کہ

Marfat.com

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت حاصل ہوئی۔ آپ دس سال کے تھے اور مشرف باسلام ہوئے۔ پس اسی طرح ہمیشہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ہجرت کے دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا کو ان کے عقد میں دیا۔ اس وقت ان کی خاطر آپ نے ایک علیحدہ حجرہ مقرر فرمایا۔ نکاح کے وقت حضرت علیؓ پچیس سال کے تھے اور حضرت خاتونِ جنت اٹھارہ سال کی اور شواھد النبوت میں لکھا ہے کہ آپ بارہ اماموں میں سے امامِ اوّل ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَئِمَّہ مِنْ بَعْدِیْ اِثْنیٰ عَشَرَ خَلِیْفَتِیْ (میرے بعد بارہ امام میرے خلیفہ ہوں گے) اور میر سید محمد کرمانیؒ نے سیر الاولیاء میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات نقل کیے ہیں۔ جن میں لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تمام صحابہ کرامؓ میں جود و کرم اور بخشش و عطا فقر و دعا میں ممتاز تھے اور قوت اور شوکت کی وجہ سے حق تعالیٰ سے آپ کو اسد اللہ الغالب کا خطاب ملا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا (میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں) کے بموجب کثرت علم کی بنا پر تمام صحابہ کرامؓ میں مخصوص تھے۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ لَوْلَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ (یعنی اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا) اور خرقۂ فقر کی خلعت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ کی طرف سے شبِ معراج میں عطا ہوئی۔ اس کے متحمل چاروں خلفائے کرام میں سے حضرت علیؓ ہوئے اور خرقہ عطا کرنے کی یہ سنت مشائخ عظامؒ میں قیامت تک رہے گی اور دین کے اس کام میں ان کی وجہ سے بڑی استقامت ہوئی اور روحانیت میں آپ کا درجہ بہت بلند اور شان بہت ارفع ہے۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ شیخنا فی الوصول والبلا علی المرتضیٰ یعنی وصول الی اللہ اور بلا کو برداشت کرنے میں حضرت علیؓ ہمارے امام ہیں۔ یعنی علمِ معاملات و طریقت میں آپ ہمارے شیخ اکبر ہیں اور مولانا رومؒ نے اپنے دیوان میں بہت قصائد اور غزلیں حضرت علیؓ کی مدحت میں لکھی ہیں۔ ان میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں ؎

۱۔ آفتابِ وجودِ اہلِ صفا　　　　واں امامِ متیں ولیِ خدا

۲- آں امامے کہ قائم است بحق — در زمین و زماں و ارض و سما
۳- اوست جانِ حقیقتِ انساں — جملہ فانی شود او بہ جا
۴- او بعلم است بر سرِ عالم — او بفقر است بر سرِ فقراء
۵- تا شوی روشنست کہ والی اوست — با من اے خواجہ کم کنی غوغا!
۶- مومناں ہمہ رو بہ او دارند! — کہ امیر است و ہادی و مولا
۷- گفت احمدؐ خود از سرِ تحقیق — کہ علیؓ است ولی بہرِ دو سرا
۸- سِرّ او دید سیّدِ کونین — در شبِ قرب در مقامِ دنیٰ
۹- او علیؓ است ابنِ عمِّ رسولؐ — اوست والی و شوہرِ زہراؓ
۱۰- از علیؓ مے شنید نطقِ علیؓ — لعلِ جز علی نبود آنجا،
۱۱- ذرہ نیست بے مشیتِ او — از ثریٰ تا کہ فوقِ فرقِ ثرا
۱۲- عارفاں را جمال و قدرتِ قدر — شادیٔ جاں مردمِ عرفا
۱۳- ما ہمہ ذرہ ایم او خورشید — ما ہمہ قطرہ ایم او دریا
۱۴- ما ہمہ مردہ ایم او زندہ! — ما ہمہ پستی ایم او اعلیٰ،
۱۵- شمس الدین چونکہ صادقی در عشق — جان فدائے کن برائے مولا
۱۶- تا شود جانت واصل جاناں — تا رسد قطرہ است سوئے دریا
۱۷- بندہ خاندان بجاں مے باش — گر بخواہد رسی بہ تخت و روا

ترجمہ :

۱- حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اہلِ صفا یعنی اولیاء اللہ کے وجود کے لیے مثلِ آفتاب ہیں۔ آپ مومنین کے امام اور اللہ کے ولی ہیں۔

۲- آپ ایسے امام ہیں کہ جن کا وجود حق تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے۔ زمین و زماں اور ارض و سماء میں۔

۳- آپ حقیقتِ انسان کی جان ہیں۔ جب کہ سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ وہ اپنی جگہ مستقل رہیں گے۔

۴۔ آپ اپنے علم کی وجہ سے سارے عالم کے سردار ہیں اور اپنے فقر کی وجہ سے سارے فقرا کے آقا ہیں۔

۵۔ اے بحث کرنے والے میرے ساتھ بحث نہ کر جب تک تجھ پہ یہ روشن نہ ہو جائے کہ حضرت علیؓ سب کے مولا ہیں۔

۶۔ تمام مومنین کا روئے ارادت آپ کی طرف ہے۔ کیونکہ آپ امیر، ھادی اور مولا ہیں۔

۷۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے از روئے تحقیق فرمایا ہے کہ حضرت علیؓ دونوں جہانوں کے ولی ہیں۔

۸۔ حضرت علیؓ کی حقیقت کا سَروَرِ کونینؐ نے شبِ قرب یعنی شبِ معراج میں مقامِ اَدْ اَدْنیٰ میں مشاھدہ کیا۔

۹۔ حضرت علیؓ وہ ہیں جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں اور خاتونِ جنت کے والی اور شوھر ہیں۔

۱۰۔ علیؓ نے علیؒ کا کلام سنا (خدا کا نام بھی علیؒ) اور علیؓ کے لیے علیؒ کے سوا یعنی خدا کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔

۱۱۔ تحت الثریٰ سے ثریا تک کوئی ذرہ اس کی مشیت کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ان کی مشیت، مشیتِ حق میں گم ہے۔

۱۲۔ تمام عارفانِ حق کا حسن اور قدر و کمال حضرت علیؓ کے وجود سے ہے اور ان کی سب خوشی آپ کے دم سے ہے۔

۱۳۔ ہم سب ذرات ہیں اور وہ خورشیدِ عالم تاب ہیں، ہم سب قطرے ہیں اور وہ دریا ہیں۔

۱۴۔ ہم سب مردہ ہیں اور وہ زندہ ہیں۔ ہم سب پستی کے مقام میں ہیں اور وہ ارفع و اعلیٰ ہیں (زندہ وہ ہے جس میں علیؑ زندہ ہے)

۱۵۔ اے شمس الدین (تبریزی) چونکہ تم عشق کی وجہ سے مقامِ صفا میں پہنچ چکے ہو

Marfat.com

اپنی جان اپنے مولا علیؓ پر قربان کر دے۔

۱۶۔ تاکہ تیری جان واصل جاناں ہو جائے اور قطرۂ (محدود) دریا (لا محدود علیؓ) میں مل جائے۔

۱۷۔ تو دل و جان سے اس خاندان (اہل بیت) کا غلام بن جا۔ اگر تجھے تخت و تاج تک رسائی کی ضرورت ہے (لوا معنی جھنڈا یعنی علم شاہی)

روضۃ الشہدار میں امام احمدؓ بن حنبلؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک آدمی سے ہم تک اتنا علم نہیں پہنچا جتنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پہنچا ہے اور روضۃ الاحباب میں حضرت جابرؓ بن حضرت عبداللہ انصاریؓ سے روایت موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے محاصرہ کے وقت حضرت علیؓ کو طلب فرمایا اور دیر تک ان کے ساتھ راز کی باتیں فرماتے رہے۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا۔ آپ نے اپنے چچازاد بھائی سے لمبے لمبے راز بیان فرمائے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ان سے راز بیان نہیں کیے بلکہ حق تعالیٰ نے بتائے ہیں۔ یعنی حق تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ ان کو ان رموز سے آگاہ کردوں اور روضۃ الشہدار میں شرح تعرف سے منقول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وہ رموز بیان فرمائے ہیں جو کسی نے نہ ان سے پہلے نہ بعد کبھی بیان کیے ہیں۔ ایک دن آپ نے ممبر پر چڑھ کر فرمایا "سلونی مادون العرش" یعنی پوچھو مجھ سے جو کچھ عرش سے ماورہ پوچھنا چاہو۔ کیونکہ میرے قلب میں بے شمار علوم ہیں اور یہ سب اس لعاب دہن کی برکت سے ہے جو میری تولید کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے منہ میں دیا تھا اور شواھد النبوت میں لکھا ہے کہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ پاؤں رکاب میں رکھتے تھے۔ قرآن مجید شروع کرتے تھے اور جب دوسرے رکاب میں پاؤں ڈالتے تھے تو قرآن ختم کر لیتے تھے۔ شواھد النبوت میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ میرے ساتھ دعوت عروسی میں مشغول تھے۔ میں ان سے ڈر گئی۔ کیونکہ زمین ان سے کلام کر رہی تھی۔ صبح یہ بات میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے ایک لمبا سجدہ کیا اور پھر سر اٹھا کر فرمایا اے فاطمہؓ تم کو مبارک ہو نسل کی پاکیزگی کی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے خاوند کو تمام

Marfat.com

خلائق پر فضیلت دی ہے اور زمین کو حکم دیا ہے کہ شرق سے غرب تک جو اس پر گذرا ہے اس سے بیان کرے۔ لیکن ان کمالات اور خصوصیات کے باوجود متعصبین کے ایک گروہ نے آپ کی سیادت پر اعتراض کیا ہے۔ اسی بنا پر صاحب تفسیر حسینی اور میر جمال الدین محدث نے اپنی کتاب تحفۃ الاخیار میں صحیح مسلم، ترمذی اور مصابیح سے روایت کی ہے کہ یہ آیۂ کریمہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور ان کی اولاد کی شان میں حضرت ام سلمہؓ کے گھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اہل بیت رسولؐ کہ رجس اور ناپاکی تم سے دور کرے اور نہایت پاک وصاف کرے تم کو۔ یہ بھی حضرت ام سلمہؓ سے منقول ہے کہ اس وقت حضرت علیؓ آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو طلب فرمایا اور حضرت علیؓ کو اپنے برابر بٹھا کر حضرت فاطمہؓ کو ان کے پیچھے بٹھایا اور حضرت حسنؓ ایک ران پر اور حضرت حسینؓ دوسری ران پر بٹھا کر ایک گلیم (اوڑھنی) یا عبا جس کا رنگ سیاہ تھا اور اس پر سفید لکیریں تھیں۔ آپ نے یہ عبا اپنے اور حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ و حضرت حسن و حضرت حسینؓ کے سر پر پھیلائی اور آیۂ مذکور دوسری بار پڑھی اور بعدۂ یہ دعا مانگی اللّٰھم ھؤلاء آل محمد فاجعل صلوٰتک و برکاتک علیھم انک حمید المجید یعنی یا الٰہ العالمین یہ آلِ محمدؐ ہیں، اپنی رحمتیں اور برکتیں ان پر نازل فرما بیشک تو سب صفات اور بزرگی کا مالک ہے۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ام سلمہؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم تھیں نے اس عبا کا ایک کونہ اٹھایا اور چاہا کہ وہ بھی اس کے نیچے ہو جائیں اور اپنے آپ کو ان سے متصل کر دیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبا کو ان سے کھینچ لیا اور فرمایا تو نیکوں میں سے ہے۔ لیکن یہ میرے اہلِ بیت ہیں اور یہ خاص مرتبہ ہے۔ کسی بزرگ نے اہل بیت کی کیا خوب مدحت کی ہے ؎

ز ابتدائے عدم تا بہ انتہائے وجود — چنانچہ قدرت حق جل ذکرہٗ فرمود
کدام پنج تن آمد بعالم مقصود — کہ جبریل ششم شاں نمے تواند بود

ترجمہ: ابتدائے عدم سے لے کہ انتہائے وجود تک قدرت حق تعالےٰ نے

Marfat.com

پنج تن ایسے وجود میں آئے کہ حضرت جبرائیل امین ان جیسا چھٹا تن نہ بن سکا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؓ، حضرت فاطمۃ الزہراؓ، حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ یہ ہیں پنج تن اور اہلِ عبا کہ جن کے کمالات عالم ظاہر و باطن میں نہیں سما سکتے۔ تمام جہان کے سردار اور ساری خلقت سے بہتر یہی ہیں۔ کتاب فصوص الآداب میں خلیفہ شیخ سیف الدین باخرزیؒ نے اسی گلیم سیاہ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنائی خرقہ کی سند قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ نے صحیح روایت سے نقل کیا ہے کہ اصلی خرقہ یہی عبا تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علیؓ کو ملی اور ان مشائخ سے مشائخ کو دست بدست پہنچی۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حقیقت خرقہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس خرقہ کو اس کے پہننے والے کی طہارت اور بزرگی کا واسطہ بنایا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت و ولایت کے حقائق اسرار کو خرقہ میں ودیعت فرمایا اور پھر وہ خرقہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کو پہنایا اور مدینہ کے اس دروازے یعنی حضرت علیؓ کو حضرت الیاس علیہ السلام کی صورت پر خرقہ زیب تن کرایا اور اس بزرگی سے مشرف کیا کہ "انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی" (یعنی اے علیؓ آپ میرے نزدیک اس طرح ہیں جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھے۔ لیکن فرق یہ ہے (ہارونؑ نبی تھے) اور میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔ صحاح ستہ یعنی صحیح مسلم، بخاری، سنن ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن نسائی و سنن ابن ماجہ کی ایک روایت ہے کہ۔۔۔

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام علی خلیفتی علیکم فی حیاتی و مماتی فمن عصاہ فقد عصانی ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن عصی اللہ فقد کفر۔ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت علیؓ میرے خلیفہ ہیں تم پر میری زندگی میں اور میرے بعد۔ پس جس نے اس کی نافرمانی کی۔ اس نے میری نافرمانی کی اور جس نے میری نافرمانی کی۔ اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اس نے کفر کیا) اور بے نکات میں بھی ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے گھر تشریف رکھتے تھے کہ حضرت علیؓ آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سید العرب (عرب کے سردار) ہیں۔ کتاب

Marfat.com

مذکور ہیں دیگر بے شمار اسناد ہیں جن کی اس مختصر سی کتاب میں گنجائش نہیں۔ الغرض جتنی مدت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں رہے، علی مرتضےٰ ہمیشہ ان کی خدمت میں مستقیم رہے اور تمام غزوات میں کارہائے نمایاں انجام دے کر مرتبۂ جہاد کا حق ادا کیا۔ جب آنحضرتؐ نے پردہ پوشی فرمائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بحکم حدیث رَجَعْنَا مِنْ جِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلٰى جِهَادِ الْاَكْبَر (ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آئے ہیں) گوشۂ قناعت و ریاضت اختیار کیا اور تمام ظاہری و باطنی خواہشات ولایت کی قوت سے ترک کرکے گوشۂ نامرادی میں بیٹھ گئے اور بے نیازی کا دروازہ مخلوق پر بند کرکے ذاتِ مطلق کی معرفت میں مشغول ہو گئے اور وصول الی اللہ میں مطمئن ہو کر بیٹھ گئے۔ چنانچہ مولانا رومؒ نے ان کے احوال کے متعلق اپنے دیوان میں خبر دی ہے۔ لکھتے ہیں کہ ؎

۱۔ تا صورت پیوند جہاں بود علیؓ بود — تا نقش زمین بود و زماں بود علیؓ بود

۲۔ شاہے کہ ولی بود و وصی بود علیؓ بود — سلطانِ سخا و کرم و جود علیؓ بود

۳۔ آں شاہِ سرافراز کہ اندر شبِ معراج — با احمد مختار یکے بود علیؓ بود

۴۔ آں شیر دلاور کہ برائے طمع نفس — بر خوان جہاں پنجہ نیالود علیؓ بود

۵۔ سرِ دو جہاں جملہ ز پیدا و ز پنہاں — شمس الحق تبریزی کہ بہ نمود علیؓ بود

۶۔ ہارونِ ولایت ز پسِ موسئے و عمران — باللہ کہ علیؓ بود علیؓ بود علیؓ بود

۷۔ ایں یک دو سہ بیتے کہ بگفتم بتحقیق — حقا کہ مرادِ من و مقصود علیؓ بود

ترجمہ:

۱۔ کائنات کا شیرازہ جن کے دم سے قائم ہے وہ علیؓ تھے۔ زمین و زمان کا نقش یعنی خلاصہ یا دیباچہ علیؓ تھے۔

۲۔ وہ بادشاہ جو بیک وقت ولی بھی تھے اور وصی یعنی نبی اکرمؐ کے وصیت یافتہ وہ علیؓ تھے۔ سخاوت اور کرم اور عطا کے بادشاہ بھی علیؓ تھے۔

۳۔ وہ بلند مرتبہ شہنشاہ جو شبِ معراج سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یکجان تھے۔ وہ علیؓ تھے۔

۴۔ وہ دلاور شیر کہ جس نے طمع نفس سے کبھی بھی دنیا کے دسترخوان پر اپنا ہاتھ آلودہ

Marfat.com

نہ کیا علیؓ تھے۔

۵۔ ساری کائنات کے سب ظاہری و باطنی رموز جو شمس الدین تبریزیؒ نے بیان کیے وہ علیؓ تھے۔

۶۔ اقلیم ولایت کے ہارونؑ، بعد حضرت موسیٰؑ و عمرانؑ خدا کی قسم علیؓ تھے، علیؓ تھے، علیؓ تھے۔ (یہاں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علیؓ میرے لیے اس طرح ہیں جس طرح ہارونؑ موسےؑ کے نزدیک تھے۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں لو یعنی ولایت کے میدان میں)

۷۔ یہ ایک دو تین شعر جو میں نے کہے ہیں۔ میری مراد اور میرا مقصود اس میں وصالِ علیؓ تھا۔ یا حضرت علیؓ کی خوشنودی طبع۔

ایک دن حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا: لاتجعل شغلك باا هلك دولـدك فان كان اهلك وولد من اولياء الله فان الله لايضيع اولياء ٭ فان كانوا اعداء الله فما همك وشغلك لاعداء الله - اور اس قول کا ترجمہ صاحب کشف المحجوب نے یوں لکھا ہے کہ اپنے بیوی بچوں کے فکر میں زیادہ محو نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ اگر تیرے بچے اللہ تعالےٰ کے دوست ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اگر وہ خدا کے دشمن ہیں تو خدا کے دشمنوں کی تجھے کیوں فکر ہے۔ اور اس مسئلہ کا تعلق غیر حق کو دل سے مٹا دینے سے ہے (یعنی غیر اللہ سے دلی تعلق نہ رکھے۔ ظاہری کاروبار اور تردد میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندگان کو جس طرح چاہتا ہے۔ رکھتا ہے بشرطیکہ تیرا الیقین محکم ہو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی کو جس قدر سخت حالات میں بھی حق کے سپرد کر کے چلے گئے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت بی بی ہاجرہؓ کو بیابان میں لے گئے۔ اللہ کے سپرد کر کے چلے گئے۔ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو بیوی بچوں کے ساتھ مشغول نہ رکھا اور اپنے دل کو پوری طرح حق تعالےٰ کے ساتھ لگایا۔ تاہم ان کی دونوں جہانوں کی مراد نامرادی میں پوری ہوئی۔ اس کا نام ہے تسلیم رموزِ خود بحق تعالیٰ۔ جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے دریافت کیا کہ دنیا میں پاکیزہ ترین شغل کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ غناالقلب باللّٰه یعنی اللہ پر توکل کرکے

Marfat.com

دل غنی ہو جاتا۔ جو دل کے حق تعالیٰ کے وصال سے تونگر (دولتمند) ہو گیا۔ دنیا کی کمی اسے مفلس نہیں بنا سکتی اور دنیا کا ہونا بھی اسے خوش نہیں کر سکتا (یعنی نہ وہ دنیا کے ہونے سے خوش ہوتا ہے نہ نہ ہونے سے غمگین، اور اس کی حقیقت فقر اور تعلق باللہ سے میسر آتی ہے۔ پس اہل طریقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حقائق و معارف، دقائق، اشارات، تجرید اور ترک دنیا و آخرت اور تقدیر حق کی معرفت میں اقتدا کرتے ہیں قَالَ عَلِیٌّ لَوْكَانَ حَبَّة بُرّ بدر هم الناس كلهم عيالى فوالله لاابالى ترجمہ (حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر گیہوں ایک گندم کا دانہ ہو اور ساری خلقت میرے اہل و عیال ہوں تو خدا کی قسم مجھے کچھ فکر نہ ہوگی) یہ مقام یا استغنائے قلب، ولایت مطلق کے کمال نور کی علامت ہے۔ دوسروں کو یہ بلند ہمتی کیسے میسر آسکتی ہے ؎

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد
ہمچو خورشید از بلندی فرد شد

(جو صاحب ہمت ہوا وہ مرد ہو گیا اور سورج کی طرح بلندی میں بے مثل ہو گیا)

روضۃ الاحباب کی جلد دوم اور حبیب السیر میں لکھا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ نے جام شہادت نوش فرمایا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے گھر میں ساری دنیا سے کنارہ کش ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اکابر مہاجرین و انصار اور ہر شہر کے ہر علاقے کے شرفاء آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے تھے کہ امت ایک امام، پیشوا اور خلیفہ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی اور آج آپ سے بڑھ کر کوئی اس کا مستحق نہیں ہے۔ علی مرتضیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ یہ جواب دیتے تھے کہ مجھے اس کی کوئی خواہش نہیں۔ جس شخص کو آپ متفق ہو کر خلیفہ مقرر کر لیں، میں اس کی بیعت کر لوں گا۔ لیکن لوگ پھر آپ سے کہتے تھے کہ جب تک آپ ہمارے درمیان ہیں، کسی کو دم مارنے کی مجال ہے کہ خلافت کا دعویدار بنے۔ الغرض جب مہاجرین و انصار کا ہجوم اور ان کی گریہ وزاری حد سے بڑھ گئی تو آپ راضی ہو گئے۔ پہلا شخص جس نے کھڑے ہو کر آپ سے بیعت کی۔ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ تھے۔ اس کے بعد حضرت زبیرؓ نے بیعت کی۔ پھر سب اکابر مہاجرین و انصار و عام خلقت نے بیعت کی۔ ایک روایت کی رو سے جس روز لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔ جمعہ کا دن تھا اور اسی روز حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تھے۔ لیکن صحیح اور قوی روایت یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے

Marfat.com

ایک ہفتہ بعد یعنی جمعرات کے دن پچیس ماہ ذی الحجہ ۳۵ھ کو لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بعیت کی۔ الغرض دوسرے روز بھی لوگ بعیت کرتے رہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے خطبہ پڑھا اور صحابہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ ان امور سے فارغ ہو کر آپ نے مروان اور بنی امیہ کے چند افراد کو بلا بھیجا کہ لوگوں کے سامنے آ کر حضرت عثمانؓ کے خون کا دعویٰ کریں اور قاتلوں کو ثابت کرائیں تاکہ ان کو قتل کیا جائے لیکن کافی چھان بین کے بعد بھی اس جماعت کا کوئی فرد سامنے نہ آیا۔ ان میں سے بعض لوگ مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے اور اکثر ملک شام میں امیر معاویہؓ کے پاس چلے گئے۔ بنی امیہ میں سے کسی نے حضرت علیؓ سے بعیت نہ کی اور نہ ان کے سامنے کوئی حاضر ہوا۔ پس حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کی بیوی حضرت نائلہؓ سے پوچھا کہ قاتل کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ دو آدمی گھر کے اندر گھس آئے اور محمد بن ابوبکر بھی ان کے ساتھ تھے۔ ان دو آدمیوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا۔ میں نے ان کے چہرے تو دیکھے لیکن اب پہچان نہیں سکتی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے محمد بن ابوبکر کو طلب فرما کر واقعہ کی کیفیت دریافت کی۔ اس نے جواب دیا کہ واللہ میں حضرت عثمانؓ کے گھر میں داخل ہوا اور ان کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا۔ لیکن جب انہوں نے میرے والد بزرگوار حضرت ابوبکر صدیقؓ کا نام لیا۔ میں سخت شرمندہ ہوا اور اپنے ارادہ سے باز آ کر تائب اور پشیمان ہوا۔ قسم ہے خدا جی کی میں نے ان کو قتل نہیں کیا۔ حضرت عثمانؓ کی بیوی نے بھی ان کے بیان کی تصدیق کی۔ بعد ازاں امیر المومنینؓ نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اگرچہ میرے ساتھ آپ لوگوں نے بعیت کی ہے۔ لیکن میں آپ لوگوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں حدِ شرع سے تجاوز نہ کروں گا اور کسی کی رعایت نہ کروں گا۔ تمام امور کا فیصلہ جمہور کے مشورہ کے مطابق ہو گا اور اپنی ذات کے لیے بیت المال سے ایک درم بھی نہیں لوں گا۔ لوگوں پر اپنے آپ کو ترجیح نہیں دوں گا۔ بلکہ ہر شخص کو رحمت اور مہربانی کی نظر سے دیکھوں گا اور لوگوں کے درمیان فیصلے کتاب اللہ اور حدیث و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کروں گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مسجد کی طرف چلو۔ کیونکہ یہ معاملہ خفیہ طور پر طے نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ محفلِ عام میں طے ہو گا۔ پس امیر المومنینؓ جمعہ کے دن ممبر نبویؐ پر تشریف لائے اور نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ آپ کا پہلا خطبہ یہ تھا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ علی احسانه قد رجع الحق الی مکانه (اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اس کے اس

احسان کا کہ حق بحق دار رسید) دوسرے دن آپ نے حکم دے دیا کہ بیت المال کا دروازہ کھولا جائے۔ وہ چیزیں جو بیت المال میں محفوظ تھیں۔ آپ نے باہر نکلوا کر لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ صدقہ کے اونٹوں کا جو سامان پڑا تھا۔ آپ نے ضبط کر کے بیت المال میں جمع کر دیا۔ حضرت عثمان رضؓ کا مال آپ نے ان کے ورثاء میں تقسیم کر دیا۔ ان امور سے فراغت کے بعد آپ نے چاہا کہ حضرت امیر معاویہ رضؓ کو شام اور حضرت عمرو بن عاص رضؓ کو مصر کی حکومت اور حضرت عثمان رضؓ کے مقرر کردہ دوسرے عمّالوں کو معزول کریں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ نے مشورہ دیا کہ یہ جماعت طالب جاہ و حکومت ہے۔ ان کا معزول کرنا باعثِ فتنہ و فساد ہو گا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں ہمیشہ حضرت عثمان رضؓ سے کہا کرتا تھا۔ ان حکمرانوں کو معزول کر دیں تا کہ لوگ ان کے مظالم سے بچ جائیں اور اب جبکہ میں خود اس کی قدرت رکھتا ہوں۔ کس طرح سنّتِ نبوی ؐ اور سنّتِ شیخین رضؓ (حضرت ابوبکر رضؓ و حضرت عمر رضؓ) کے خلاف عمل کروں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ پس آپ نے دیانت دار اور نیک حاکموں کو مختلف شہروں اور صوبوں میں تعیّنات فرمایا۔ اس وقت حضرت طلحہ رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ نے عرض کیا کہ کوفہ اور بصرہ کی حکومت ہمیں دی جائے۔ آپ نے جواب دیا کہ میرا مقصد یہ ہے کہ تمام کام آپ لوگوں کے مشورے سے کروں۔ جب تم ایک طرف چلے جاؤ گے تو میں کس سے مشورہ کروں گا۔ ان کو یہ بات پسند نہ آئی اور ناراض ہو کر مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کو اپنے ساتھ متفق کر کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف جہاد شروع کر دیا۔ حضرت امِ سلمہ رضؓ حرمِ محترم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ نے بہت سمجھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مجمع میں پڑھی۔ لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی خلیفتی علیکم فی حیاتی و مماتی فمن عصاہ فقد عصانی ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن عصی اللہ فقد کفر (یعنی علی رضؓ میرا خلیفہ ہے تم پر میری زندگی میں اور میری زندگی کے بعد پس جس کسی نے علی رضؓ کی نافرمانی کی میری نافرمانی کی اور جس نے میری نافرمانی کی، خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اس نے کفر کیا) یہ حدیث سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے اپنے آپ کو ان سے الگ کر لیا۔ لیکن چونکہ عبداللہ بن زبیر رضؓ آپ کے بھانجے تھے۔ ان سے ان کو بہت انس تھا۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضؓ کو مجبور کر کے

Marfat.com

اپنے ساتھ شامل کر لیا اور اکثر بنی امیہ جو مکہ میں تھے، طلحہ رض و زبیر رض سے مل گئے۔ زبیر رض نے کہا۔ پہلے شام میں امیر معاویہ رض کے پاس جانا چاہیے۔ کیونکہ وہ حضرت علی رض کے خون کا پیاسا ہے۔ لیکن طلحہ رض نے یہ تجویز قبول نہ کی۔ ان کا خیال تھا کہ حضرت امیر معاویہ رض ملک شام چھوڑ کر ان کے ہمراہ نہیں ہوں گے۔ کیونکہ حضرت عثمان رض کے محاصرہ کے دوران ان کو کئی بار خط لکھا گیا تھا لیکن وہ نہ آئے اور نہ مجھے ملک شام میں آنے دیں گے۔ آخر یہی ہوا، نہ حضرت امیر معاویہ رض نے ان کا اتباع قبول کیا نہ ان کو ملک شام کے اندر آنے دیا۔ پس طلحہ رض اور زبیر رض نے حضرت عائشہ صدیقہ رض سے مل کر ایک لشکر تیار کیا اور بصرہ پہنچ گئے۔ دوسری جانب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی سہیل بن حنیف کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنا کر بصرہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ روضۃ الاحباب میں حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علی رض کا گذر موضع ذی وقار سے ہوا، حضرت خواجہ اویس قرنی رض نہایت اخلاص سے باہر نکلے اور حضرت علی رض سے آکر ملے، آپ نے ان کی بہت تعظیم کی۔ اس کے بعد حضرت اویس رض نے کہا۔ یا علی رض۔ ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ سے بیعت کروں۔ آپ خلیفہ برحق ہیں۔ الغرض اسی وقت وہ حضرت علی رض کے ساتھ رہے، حتیٰ کہ جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ رض کی فوج سے لڑ کر شہید ہو گئے۔ امام عبداللہ یافعی رح اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ خواجہ اویس قرنی رض حضرت علی رض کی خدمت کرتے ہوئے جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ رض کے لشکر کے ہاتھوں سنہ ۳۷ ہجری میں شہید ہوئے۔ سب مورخین اور سیرت نگار متفق ہیں کہ اپنے ایام خلافت میں حضرت علی رض نے تین بار جنگ کی پہلی جنگ کو ناکثین کہتے ہیں۔ دوسری کو قاسطین اور تیسری کو مارقین۔ ناکثین سے مراد طلحہ رض اور زبیر رض اور ان کی جماعت ہے۔ جن کی حضرت علی رض کے ساتھ بیعت میں نقص واقع ہو گیا تھا اور اس جنگ کو مورخین جنگ جمل بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس جنگ میں حضرت عائشہ رض اونٹ پر سوار تھیں۔ اس جنگ میں فتح حضرت علی رض کو ہوئی اور بہت مخالفین کام آئے۔ طلحہ رض و زبیر رض نے بھی اس جنگ میں رحلت کی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رض نے بھی گفت و شنید کے بعد حضرت علی رض کی خلافت قبول کر لی اور حضرت علی رض نے عزت و وقار کے ساتھ ان کو مدینہ منورہ بھیج دیا۔ جس کے بعد آپ روضۂ اطہر کی خدمت انجام دیتی رہیں۔ قاسطین سے حضرت امیر معاویہ رض اور ان کے معاونین مراد ہیں۔ کیونکہ قاسطین صحرائے صفین میں واقع ہوا ہے، کافی کشش اور کوشش

Marfat.com

کے بعد فریقین کے مابین صُلح ہوگئی۔ اور حکمین مقرر ہوئے [یعنی دو ثالث حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاصؓ مقرر ہوئے]

مارقین نہروان کے خارجیوں کو کہتے ہیں جن کا سردار عبداللہ بن وہب تھا اس جنگ میں فتح حضرت علیؓ کو نصیب ہوئی اور تمام خارجی مارے گئے۔ لیکن ان کے لشکر سے نہ کوئی بھاگ نکلا اور نہ حضرت علیؓ کے لشکر کا کوئی آدمی شہید ہوا۔ سب سلامت رہے۔ ان تینوں جنگوں کی تفصیل روضۃ الشہدا اور روضۃ الصفا اور دیگر معتبر کتب میں موجود ہے۔ اس مختصر کتاب میں اس کی گنجائش نہیں۔ خوارج پر فتح پانے کے بعد امیر المومنین کوفہ تشریف لے گئے۔ آپ چاہتے تھے کہ حاکم شام پر لشکر کشی کریں لیکن یہ واقعہ پیش آگیا بیت ؎

درآمد ز ہجرت چو سالِ چہل
بماتم نشستند اصحابِ دل

[ہجرت سے جب چالیسواں سال گزرا تو تمام اہل دل ماتم کی صف میں بیٹھ گئے]

جب ہجرت سے چالیسواں سال شروع ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکثر فراق آمیز باتیں کرنے لگے۔ ایک دن انھوں نے حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ کو بلایا اور وصیت فرمائی اور وہ امانت جو ان کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی تھی، خلافتِ امامت کے ساتھ حضرت امام حسنؓ کے سپرد کی۔ روضۃ الشہدا میں لکھا ہے کہ اس رات آپ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ آپ تمام رات عبادت اور شوقِ حضور میں جاگتے رہے۔ صبح کے اوّل وقت میں وضو فرمایا اور مسجد میں جا کر نماز میں مشغول ہو گئے۔ نماز کی حالت میں ابن ملجم ملعون نے زہر آلود تلوار کی ضرب آپ کے سر مبارک پر ماری، جس سے مغز کٹ گیا۔

الغرض حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قسم کھائی کہ شکر ہے میں اپنے مطلوب کے وصال سے مشرف ہو گیا ہوں یعنی قیدِ وجود سے رہائی پا کر دوست سے واصل ہو گیا ہوں۔ اس کے بعد حضرت امام حسنؓ

Marfat.com

سے فرمایا کہ امامت کے فرائض ادا کر کے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھو۔ انیس ماہ رمضان ۴۰ھ کو ابن ملجم نے آپ کو زخمی کیا اور ماہ مذکور کی اکیس تاریخ کو آپ نے جان مشاہدہ حق میں تسلیم کر دی۔ حضرت امام حسنؓ اور دیگر لوگوں نے نماز جنازہ ادا کی اور آپ کے جسم مبارک کو آپ کی وصیت کے مطابق مقام غرہ میں جس کا آج کل نام نجف اشرف مشہور ہے دفن کیا۔ چنانچہ اس واقعہ کی تفصیل روضۃ الصفا اور حبیب السیر میں درج ہے۔ اس مظہر الغرائب کی خلافت کی مدت چار سال اور نو ماہ تھی۔ آپ کی عمر شریف صحیح ترین روایات کے مطابق ترسیٹھ ۶۳ سال تھی۔ آپ کی نو بیویاں تھیں۔ لیکن جتنا عرصہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ زندہ رہیں آپ نے دوسری شادی نہ کی۔ جب حضرت خاتون جنت نے ہجرت کے گیارھویں سال ماہ جمادی الآخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے پانچ ماہ بعد رحلت فرمائی، حضرت علیؓ نے آٹھ مزید عورتوں سے شادی کی۔ تمام بیویوں سے اٹھارہ لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک روایت کی رُو سے آپ کے بارہ لڑکے اور پندرہ لڑکیاں تھیں۔ آپ کے پانچ لڑکوں کی اولاد زندہ رہی باقی لاولد فوت ہوئے۔ ان پانچ لڑکوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ (۱) حضرت امام حسنؓ (۲) حضرت امام حسینؓ (۳) محمد حنیفہؒ (۴) عمرؓ (۵) عباسؓ۔ حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ حضرت فاطمہؓ کے بطن میں سے تھے۔ اور محمد اکبر معروف محمد حنیفہؒ اسماء بنت عمیس الحنیفہ کے بطن سے، عمرؓ خولہ بنت جعفر بن قیس بن سلمہ اور عباسؓ ام البنین بنت خزام بن خالد بن جعفر بن ربیعہ کلابی جو کہ قبیلہ قریش کے سرداروں میں سے تھے، کے بطن سے پیدا ہوئے اس حقیر فقیر عبدالرحمن چشتیؒ اس کتاب کے مصنف کا سلسلہ نسب حضرت عباس ابن حضرت علیؓ سے جاملتا ہے۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس پاک خاندان کے وسیلہ سے مجھے محفوظ رکھ کر میری عاقبت محمود فرمادیں۔ اہل بیت کے حالات میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ اپنی کتاب خزانہ جلالی میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اپنی کتاب اعلام الہدیٰ وعقیدہ ارباب التقیٰ میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ اور

Marfat.com

ان کی تمام اولاد سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں چنانچہ حدیث صحیح اسی مضمون پر ناطق ہے۔ قال النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فی المشکوٰۃ

ان اللہ جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہٖ وجعل ذریتی فی صلب علی ابن ابی طالب۔

(یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد کو اس کی پشت سے پیدا کیا لیکن میری اولاد علی کرم اللہ وجہہ کی پشت میں رکھی ہے) صاحب کشف المحجوب لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت وہ ہیں جو ازلی طہارت سے مخصوص ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک اس میدان میں مردِ کامل اور اس طائفہ کا رہبر اعلیٰ تھا۔

حضرت شیخ رکن الدین علاؤالدولہ سمنانیؒ چہل مجلس میں اپنے مریدین کو وصیت کرتے ہیں کہ تم کو چاہیئے کہ ائمہ اہل بیت کی بے حد تعظیم کرو اور ان کے حق میں عام اہل سنت وجماعت کے لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو دروغ گو رافضیوں کی مبالغہ گوئی سے تنگ آکر یہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، حضرت بایزید بسطامی اور حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ ائمہ اہل بیت سے زیادہ بزرگ تھے۔ وہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ امام ابو حنیفہؒ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت پر فخر کیا کرتے تھے۔ اور امام شافعیؒ کو اہل بیت کی مدحت پر ناز تھا۔ چنانچہ تذکرۃ الاولیاء کے مقدمہ میں ان سے ایک شعر نقل کیا گیا ہے اور حضرت بایزید بسطامیؒ اور خواجہ جنید بغدادی کا یہ حال تھا کہ اگر اہل بیت کے قدموں کی خاک ان کو ملتی تو آنکھوں کا سرمہ بناتے تھے۔ ائمہ اہل بیت کے مراتب اس قدر بلند ہیں کہ زبان بیان کرنے سے قاصر ہے تمام عارفین نے اپنی تصنیفات میں ان کی مدحت سرائی کی ہے، چنانچہ مولانا رومؒ کے دیوان میں سے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں ؎

۱۔ اے شاہ شاہان جہاں واللہ مولانا علیؓ ۔ اے نور چشم عاشقان واللہ مولانا علیؓ

۲۔ حمد است گفتن نام تو اے نور فرخ نور تو ۔ خورشید و مہ ہندوئے تو واللہ مولانا علیؓ

Marfat.com

۳- اے نورِ چشم انبیا احمد کہ بُد بدرُ دجیٰ - میگفت در قرب دنیٰ واللہ مولانا علی
۴- قاضی و شیخ و محتسب دارند بدل بغض علی - ہر سہ شدند از دین بری واللہ مولانا علی
۵- گر مقتدائے جاہلے گر دست در دین جاہلی - تو مقتدائے کاملی واللہ مولانا علی
۶- شاہم علی مرتضیٰ بعدش حسنؑ نجم السما - خوانم حسینؑ کربلا واللہ مولانا علی
۷- آں آدم آلِ عباد دانم علی زین العباد - ہم باقر و صادق گواہ مولانا علی
۸- موسئے کاظم ہفتمین باشد امام راہنما - گویدعلی موسیٰ رضا واللہ مولانا علی
۹- سوئے تقی و ہم نقی در مہدا و مہدی بخواں - باعسکری راز ے بگو واللہ مولانا علی
۱۰- مہدی سوارے آخرین بر خصم بکشاید کمیں - خارج رود زیر زمین واللہ مولانا علی
۱۱- دیو و پری و اہرمن اولادِ آدم مرد و زن - دارند ایں سر در دین واللہ مولانا علی
۱۲- اقرار کن اظہار کن مولائے رومی ایں سخن - ہر لحظہ سرے من لدن واللہ مولانا علی
۱۳- اے شمس تبریزی بیا بر مابکن جور و جفا - رُخ را بہ مولانا نما واللہ مولانا علی

ترجمہ (۱- تمام بادشاہوں کے بادشاہ خدا کی قسم مولانا علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور عاشقوں کی آنکھوں کا نور واللہ مولانا علی ہیں۔

۲- تیرا امام لینا احمد ہے اتیرا انور مبارک نور ہے۔ سورج اور چاند تیرے غلام ہیں خدا کی قسم مولانا علی ہمارے آقا ہیں۔

۳- تمام نبیوں کی آنکھوں کے نور یعنی احمد مجتبیٰ جو سیاہ رات کی روشنی ہیں شب معراج یہ کہہ رہے ہیں واللہ مولانا علی ہمارے آقا ہیں۔

۴- قاضی، شیخ اور محتسب (یہ دنیوی عہدے ہیں) میں سے جو بھی علیؑ سے بغض رکھتا ہے، دین سے دُور ہو جاتا ہے۔ خدا کی قسم مولانا علی ہمارے آقا ہیں

۵- اگر قوم کا راہنما جاہل ہے تو دین حق جاہل کے ہاتھ میں ہوتا ہے لیکن اے مولانا علی خدا کی قسم تو راہبر کامل ہے۔

۶- میرا بادشاہ علی مرتضیٰ ہے۔ اس کے بعد امام حسنؑ آسمانوں کا تارا ہے۔ پھر امام حسینؑ مالک کربلا ہے واللہ مولانا علی ہمارے آقا ہیں۔

Marfat.com

۷۔ آل عبا یعنی نیک لوگوں کے آدم حضرت امام زین العابدینؓ ہیں اور اس پر حضرت امام باقرؓ اور امام صادقؓ گواہ ہیں۔

۸۔ امام موسیٰ کاظمؓ ہمارے راہبر ہیں۔ یہی فرماتے ہیں علی موسیٰ رضا واللہ مولانا علی ہمارے آقا ہیں۔

۹۔ امام تقیؓ اور امام نقیؓ جنھوں نے مہد (بچپن) میں عہد کیا، امام عسکری کیساتھ راز کی بات کرائے مولانا علی ہمارے آقا ہیں۔

۱۰۔ امام مہدی سب سے آخری سوار ہوں گے جو دشمن پر وار کریں گے۔ اس سے تمام خارجی زمین میں دب جائیں گے۔

۱۱۔ دیو، پری، جن اور اولاد آدم مرد و زن سب یہی سخن زبان پر رکھتے ہیں واللہ مولانا علی ہمارے آقا ہیں۔

۱۲۔ اے مولانائے روم اس بات کو مان لے اور ظاہر کر کہ ہر لحظہ لدنی راز کا مظہر مولانا علی ہیں۔

۱۳۔ یہاں مولانا روم اپنے شیخ حضرت شمس الدین تبریزی کے فراق میں نوحہ کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اے شمس تبریزی اب آجا اور ہم پر بے شک سختی کر۔ ایک دفعہ اپنے غلام جسے لوگ "مولانا" کہتے ہیں کو منہ دکھلا جا۔

ذکر جگر بند مصطفےٰ و زہراؓ بزرگترین اولاد مرتضےٰ
صاحب الجود و السخا امام ابو محمد حسن مجتبےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

ائمہ اہل بیت میں سے آپ دوسرے امام ہیں۔ آپ کی ولادت منگل کے دن پندرہ ماہ رمضان ۳ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں آپ کی پرورش ہوئی۔ اور اکثر اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سواری بن جاتے تھے اور ان کو اور امام حسینؓ کو سوار بنا لیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین خلائق یہ ہیں

Marfat.com

اور ان کی دوستی باعث نجات ہے اور ان کے ساتھ دشمنی موجب ضلالت و گمراہی ہے۔ اور آنے والی حدیث نبویؐ کا اشارہ اسی راز کی طرف ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **اھل بیتی کمثل سفینۃ نوح۔**

[میرے اہل بیت کی مثال نوحؑ کے سفینہ کی سی ہے] اور صاحب کشف المحجوب لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسنؓ کو طریقت کے حقائق و دقائق میں کمال حاصل تھا۔ اور عرفان میں آپ کا مقام بلند ہے چنانچہ آپ کا قول ہے کہ۔ **علیکم بحفظ السرائر فان اللہ مطلع علی الضمائر۔**

[یعنی تم پر اپنے قلب کی حفاظت ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ دل کے بھید دل کو جاننے والا ہے] اس کا مطلب یہ ہے دل میں خطرات و وساوس اور عقائد بد کو نہیں گھسنے دینا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تمہارے قلوب کی کیفیت مخفی نہیں ہوتی۔

حقیقت یہ ہے کہ بندہ کے کوائف قلبی کی حفاظت کی اتنی ضرورت ہے جتنی کہ ان کے حفظِ اظہار کی ہے۔ حفظِ اسرار کا مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کے خیال سے دل کو محفوظ رکھا جائے اور حفظِ اظہار کا مقصد یہ ہے کہ عقائد کے اظہار میں اللہ کی مخالفت نہ ہو۔ [یعنی صحیح اسلامی عقائد کے سوائے منہ سے اور کچھ نہ نکلے] کشف المحجوب میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب قدرتی فرقہ کے لوگوں نے غلبہ حاصل کر لیا اور معتزلہ عقائد دنیا میں پھیلنے لگے تو حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے حضرت امام حسنؓ کی خدمت میں ایک عربی خط لکھا اور وہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ اما بعد! پس آپ بنو ہاشم مثل چلنے والی کشتی کے گہرے سمندر ہیں اور ستارگان کی طرح راہ دکھانے والے ہیں (اندھیرے میں) لوگوں کو ہدایت دینے والے اور خلق کے امام ہیں۔ جو کوئی آپ کی متابعت کرتا ہے ہدایت پاتا ہے جس طرح کہ لوگوں نے کشتی نوحؑ میں

Marfat.com

نجات حاصل کی۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے آپ کا قدر و جبر کے متعلق کیا حکم ہے تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ کی روش اس معاملہ میں کیا ہے۔ آپ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہیں، آپ کا علم خدا کا علم ہے۔ اللہ آپ کا محافظ ہے اور آپ خلق خدا کے محافظ ہیں۔ جب یہ خط ان کے پاس پہنچا تو انھوں نے یہ جواب لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد۔ فقد انتهى الى

كتابك عند حيرتك من زعمت بمن امتنا والذى عليه رايى ان من لم يومن بالقدر خيره وشره من الله تعالىٰ فقد كفر ومن حمل المعاصى على الله فقد فجر ان الله لا يطاع باكراه ولا يعصى بغلبه ولا يهمل العباد ملك لكنه المالك ملكهم والقادر على ما عليه قدرهم فان ائتمروا بالطاعته لم يكن بهم صادا ولاهم عنها شيطا وان اتوا بالمعصية وشاء ان يمن عليهم فيحول بينهم وبينها فعل وان لم يفعل فليس هو حملهم عليها اجبارا اوه اكراه اياها والزمهم باحتجاجه عليهم ان عرفهم ومكنهم وجعل لهم السبيل الى اخذ ما دعاهم الله وترك بانهاهم عنه وغته الحجه البالغه والسلام۔

[یعنی آپ نے اپنی حیرت کے متعلق لکھا ہے اور ہماری امت کے متعلق اور مسئلہ قدر کے متعلق میری رائے دریافت کی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ جو شخص خیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں سمجھتا کافر ہے اور جو شخص گناہ کو اللہ کے ساتھ منسوب کرتا ہے فاجر ہے۔ یعنی تقدیر کا انکار مذہب قدر ہے اور گناہ کو اللہ کے ساتھ منسوب کرنا مذہب جبر ہے۔ پس بندہ اپنے فعل میں اس قدر مختار ہے جس قدر اللہ عزوجل نے اسے استطاعت دی ہے اور ہمارا

Marfat.com

دین قدر و جبر کے درمیان ہے یعنی تمام خیر و شر تقدیر حق تعالیٰ ہے لیکن تیرے اختیار کی وجہ سے موجود ہو جاتا ہے]

اور میری مراد اس خط سے اس سے قبل صرف ایک کلمہ تھا لیکن میں نے پورا خط نقل کیا ہے، کیونکہ نہایت فصیح اور عمدہ تھا۔ کشف المحجوب میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ سب اس لئے نقل کیا ہے کہ خط لکھنے والے ابن علیؓ ہیں جو علم حقائق و احوال میں اس قدر بلند درجہ رکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ ہر ان علوم میں آپ کی متابعت کرتے تھے۔ انھوں نے یہ حکایت بھی نقل کی ہے کہ امام حسنؓ اپنے مکان کے دروازے پر تشریف رکھتے تھے کہ جنگل سے ایک اعرابی (دیہاتی) آیا اور ان کو گالیاں دینے لگا کہ تو ایسا ہے تیرا باپ ایسا ہے تیری ماں ایسی ہے۔ آپ نے اٹھ کر دریافت کیا کہ اے اعرابی کیا تم بھوکے ہو۔ یا تمھیں کوئی اور تکلیف ہے لیکن وہ اسی طرح گالیاں دیتا رہا حضرت امام حسنؓ نے اپنے نوکر سے فرمایا کہ سونے چاندی کا ایک تھیلا لا کر اس کو دے دو، جب نوکر نے تھیلا دے دیا تو آپ نے فرمایا، اے اعرابی معاف کرنا کیونکہ آج ہمارے گھر میں اس کے سوا کچھ نہیں ہے اور تجھ سے کچھ چھپا کر نہیں رکھا جب اعرابی نے یہ بات سُنی تو فوراً بول اٹھا۔

اشھد انک ابن رسول اللہ - (میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں) میں اس جگہ آپ کا حلم آزمانے آیا تھا کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ خلق کی مدح و ذم (تعریف اور مذمت) آپ حضرات کے نزدیک یکساں ہے۔ آپ کے کمالات اور خوارق عادات بے شمار ہیں، جن کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔

الغرض جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جام شہادت نوش فرمایا تو دوسرے دن ماہ رمضان ۴۰ھ میں امیر مومنین حضرت امام حسنؓ اپنے والد بزرگوار کی مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے چالیس ہزار آدمیوں نے آپ سے بیعت کی۔ اس کے بعد انھوں نے قیس بن سعد بن عبادہ کو بارہ ہزار لشکر دے کر امیر معاویہؓ

Marfat.com

کے مقابلہ کے لئے شام کی طرف روانہ کیا۔ اور خود مداین میں کسریٰ نوشیروان کے محل میں قیام فرمایا۔ آپ خلافت کے معاملات چھ ماہ تک انجام دیتے رہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ۔ **الخلافت من بعدی ثلثون سنة ثم یصیر ملکاً عضوضا۔** [خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی۔ اس کے بعد ملوکیت ..... ہو جائے گی] اس میں سے انتیس سال چھ ماہ کی مدت تک پہلے چار خلفا کرام حکمران رہے۔ باقی چھ ماہ حضرت امام حسنؓ نے پورے کئے جب آپ نے دیکھا کہ امیر معاویہؓ طلبِ حکومت میں بے اختیار ہیں اور اس معاملے میں مسلمانوں کا خون بہے گا۔ آپ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کر کے حکومت ان کے حوالہ کر دی۔ اور خود مدینہ منورہ میں گوشہ نشین ہو کر مشغول بحق ہو گئے۔ تاریخ طبری اور خزانہ جلالی میں لکھا ہے کہ اس سے بھی امیر معاویہؓ کے دل کی تسکین نہ ہوئی اور امام حسنؓ کی جان کے پیچھے پڑے رہے۔ آخر کار انھوں نے اسما بنت اشعب زوجہ امام حسنؓ کو بڑے بڑے انعامات کا لالچ دے کر ان کے قتل پر آمادہ کر لیا اور اس ناقص العقل اور ناقص الدین نے آپ کو زہر دے دی جب حضرت امام حسنؓ نے دیکھا کہ میری زندگی تمام ہو چکی ہے۔ حضرت امام حسینؓ کو اپنے پاس بلا کر خلافت و امامت کی امانت ان کے سپرد کر دی اور اٹھائیس صفر ۵۰ھ میں وصال فرمایا۔ آپ کی عمر شریف سینتالیس سال اور مدت خلافت چھ ماہ تھی۔ آپ کے دس لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں، اس کا مفصل ذکر روضۃ الصفا میں ہے۔ حضرت امام حسنؓ کی شہادت کے بعد امیر معاویہؓ نے دس سال حکومت کی اور پندرہ رجب ۶۰ھ میں طاعون کی مرض میں مبتلا ہو کر دمشق میں رحلت فرمائی ان کی ولادت بعثت نبوی سے پانچ سال پہلے ہوئی اور ہجرت سے آٹھ سال بعد مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں حاکم مصر مقرر ہوئے اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دوران میں بیس سال حکومت کی۔ اس کے بعد دس سال حضرت علیؓ کی کوفہ سے مراجعت کے بعد حکومت کی،

Marfat.com

ایک روایت کے مطابق ان کی عمر اٹھاسی سال تھی اور دوسری روایت کے مطابق پچاسی سال۔ ان کے وزیر ان کا لڑکا یزید لعین اور ابو منصور رومی تھے۔ ان کے تین لڑکے تھے۔ ان میں سے حکومت انھوں نے یزید کے سپرد کی۔ حضرت معاویہؓ کی حکومت کے زمانے میں حضرت علیؓ کے غلام قنبر نے نیشاپور میں ۴۳ھ میں وفات پائی اور اسی جگہ دفن ہوا۔ ۵۹ھ میں حضرت ابوہریرہ بن عبدالرحمٰن الروسی محدث نے رحلت کی۔ آپ کی عمر ستتر سال تھی۔ جنگ صفین کے دوران میں آپ کھانا حضرت معاویہؓ کے دستر خوان پر کھاتے تھے اور پانچوں وقت نماز حضرت علیؓ کے پیچھے پڑھتے تھے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ کھانا حضرت معاویہ کا مزے دار ہے اور نماز حضرت علیؓ کی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذکرِ آں شمع خاندانِ مصطفوی آں وارثِ شجاعت و سخاوت مرتضوی

آں غریقِ عشق و بلا امام ابو عبداللہ حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ بن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

آپ ائمہ اہل بیت میں سے تیسرے امام ہیں۔ آپ کی ولادت منگل کے دن ماہ شعبان ۴ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ شش ماہے تھے اور یہ ان کی اور حضرت یحییٰ بن حضرت ذکریا علیہ السلام کی خاصیت تھی۔ کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ طریقت میں آپ کا کلام بہت لطیف ہے۔ آپ سے بہت اسرار و رموز کی باتیں اور عجیب و غریب معاملات منقول ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ۔ اشفق علی الاخوان علیکم دینکم [تمہارا شفیق ترین بھائی تمہارا دین ہے] انسان کی نجات دین میں ہے۔ اور اس کی ہلاکت دین کی مخالفت میں۔ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ کمال بندگی کیا ہے۔ فرمایا بندگی کا کمال یہ ہے کہ آدمی اپنے اختیار کو ترک کر دے۔ یعنی ذات حق میں اس قدر غرق ہو کہ اپنے آپ کو نہ دیکھے یہ بھی کشف المحجوب میں ہے کہ ایک دن ایک آدمی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مفلس ہوں اور میرے بہت سے

Marfat.com

بال بچے ہیں مجھے گزر اوقات چاہیئے۔ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ ہمارا رزق راستے میں ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کسی نے دینار کے پانچ تھیلے آپکی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے وہ پانچوں تھیلے اس کو دے دیئے اور معذرت کی کہ ہم اہل بلا ہیں اور دنیا کی تمام راحتوں سے ہم نے کنارہ کشی کی ہوئی ہے ہم نے اپنی مرادوں کو کوتاہ کر کے دوسروں کی مراد برآری کے لئے زندگی وقف کر رکھی ہے۔ آپ کے کمالات اور خوارق عادات بہت مشہور تھے اور کسی سے پوشیدہ نہ تھے۔ تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ جب امیر معاویہ نے وفات پائی تو ان کی وصیت کے مطابق یزید بن معاویہ مسند خلافت پر بیٹھا۔ تمام اہل شام نے اس کی بیعت کی۔ اس نے تمام سرحدوں کی طرف خطوط لکھے۔ پہلا خط اس نے ولید بن عتبہ کو جو اس کے باپ کی طرف سے حاکم مدینہ تھا لکھا جس میں یہ حکم دیا کہ چار شخصوں سے میرے لئے بیعت حاصل کرو۔ یعنی عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیقؓ، عبداللہ بن عمر فاروقؓ عبداللہ بن زبیرؓ، حسین بن علی کرم اللہ وجہہ۔ اگر بیعت کرلیں تو بہتر ورنہ ان سے بنا کر رکھو۔ جب ولید کے پاس خط پہنچا تو اس سے مروان بن حکم کے ساتھ مشورہ کر کے ان چاروں مستحقین خلافت کو یزید کی بیعت کی دعوت دی۔ جب یہ حضرات امیر معاویہؓ کی حکومت سے راضی نہ تھے۔ یزید سے کس طرح بیعت کرتے۔ اس لئے کہ خواہ مخواہ شر پیدا نہ ہو۔ وہ سب مکہ معظمہ چلے گئے۔ جب یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت امام حسینؓ وغیرہ نے یزید کی بیعت قبول نہیں کی اور مکہ معظمہ چلے گئے ہیں تو کوفہ کے لوگ اس خبر سے خوش ہوئے اور امام حسینؓ کی خدمت میں محضر نامہ لکھ کر قاصدوں کے ذریعہ ان کے پاس بھیجا کہ آپ اٹھیں اور اپنا حق سنبھالیں تاکہ ہم اپنی جانیں آپ کی خاطر قربان کریں۔ کوئی بارہ ہزار آدمیوں نے متفق ہو کر یہ پیغام بھیجا۔ یہ خبر سُن کر امام حسین بہت خوش ہوئے اور اپنا سارا کنبہ لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے بہت سمجھایا کہ کوفہ کے لوگ بہت بے وفا ہیں ان پر اعتبار نہ کریں اور اپنے بال بچے ساتھ نہ لے جائیں

Marfat.com

اگر اہل کوفہ آپ کے وفادار ہیں تو انھوں نے یزید کو کوفہ سے باہر کیوں نہ نکال دیا لیکن حضرت عبداللہ ابن عباس کی نصیحت کارگر نہ ہوئی اور امام حسین اپنے ہمراہ چالیس سوار اور ایک سو پیادہ لے کر مکہ سے روانہ ہوئے۔ یزید کے خیر خواہوں نے یہ خبر اس کو پہنچا دی۔ جس سے وہ سانپ کی طرح پیچ و تاب کھانے لگا اور عبیداللہ بن زیاد کو خط لکھا کہ بصرہ سے لشکر جمع کر کے امام حسینؓ کو راستے میں جا کر ملو۔ اگر میری بیعت قبول کریں تو بہتر ورنہ ان کو ان کے تمام خیر خواہوں سمیت قتل کر دو۔ عبیداللہ بن زیاد نے عمرو بن سعد کو چار ہزار فوج دے کر امام صاحب کے قتل کرنے کے لئے روانہ کیا۔ وہ لشکر لے کر صحرا میں روانہ ہو گیا۔ محرم کی پہلی تاریخ کو حضرت امام حسینؓ نے قادسیہ سے تین میل دور پڑاؤ کیا۔ عمر بن سعد نے ایک آدمی آگے بھیجا کہ لشکر کے لئے کیمپ کی جگہ تلاش کیجئے۔ وہ جب قادسیہ سے تین میل کے فاصلہ پر پہنچا تو حضرت امام حسینؓ کو دیکھا اور پوچھا کہ اے مسلمانوں کے امام آپ کہاں جانا چاہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ کوفہ جا رہا ہوں۔ اس نے کہا آپ واپس جائیں کیونکہ عمر بن سعد چار ہزار لشکر کے ساتھ پہنچ چکا ہے اور اس نے مسلم بن عقیل جسے آپ نے پہلے کوفہ بھیجا تھا کو قتل کر دیا ہے امام عالی مقام وہاں سے کوچ کر کے کربلا کے صحرا میں پہنچ گئے اور وہاں قیام کیا۔ عمر بن سعد پیچھے کی طرف سے پہنچ گیا۔ کوفہ کے لوگوں نے بے وفائی کی۔ اور اس کے ساتھ مل کر دریائے فرات کا پانی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت پر بند کر دیا تاکہ پیاسے مر جائیں۔ گفت و شنید میں ایک ہفتہ گزر گیا جمعہ کے دن دس محرم ۶۱ھ کو جنگ چھڑ گئی۔ حضرت امام صاحب اپنے تمام بھائیوں اور بیٹوں کے ساتھ پیاسے جنگ میں مشغول ہو گئے۔ آخر اسی روز پانچ بھائیوں، تین بیٹوں اور اسی جانثاروں سمیت شہید ہو گئے۔ آپ کا سر مبارک کاٹ کر یزید لعین کے پاس لے گئے۔ آپ کی عمر اٹھاون سال اور دوسری روایت کے مطابق ستاون سال تین ماہ اور دو دن تھی۔ آپ کے چار بیٹے اور

Marfat.com

دو بیٹیاں تھیں۔ تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ تمام شہداء تین دن تک میدان کربلا میں پڑے رہے۔ اس کے بعد قبیلہ بنی اسد کے لوگوں نے آکر امام حسین کو دفن کیا۔ اور علی اکبر بن حسینؓ کو ان کی پائنتی میں دفن کیا۔ باقی شہدا کو بھی انھوں نے ایک جگہ اکٹھا کر کے دفن کر دیا۔ حضرت عباس بن علی کرم اللہ وجہہ امام حسینؓ کی زندگی میں چند ساعت پہلے بہادری کے جوہر دکھا کر شہید ہو گئے تھے ان کو علیحدہ جگہ سڑک کے کنارے دفن کیا گیا۔ وہ امام حسین کے محبوب ترین بھائی اور ان کی فوج کے علمبردار تھے۔ جب عباسؓ شہید ہوئے تو امام حسین نے فرمایا، اب میری کمر ٹوٹ گئی ہے اور مجھے زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں رہی الغرض تمام اہل بیت یکبارگی چل بسے سوائے زین العابدین بن حسینؓ کے جو خیمے میں مریض تھے۔ امام حسینؓ نے خلافت اور امامت کی امانت ان کے سپرد کی اور جان جاں پرور کے حوالہ کر دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیٹوں میں سے محمد حنیفہ اور عمر جو اس وقت امام حسین کے ساتھ نہ تھے زندہ رہ گئے حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو درازؒ اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں کہ میں مجتہدان امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر حیران ہوں کہ امت کے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹوں کو بے گناہ قتل کر دیا اور پھر بھی ان کی مسلمانی باقی رہ گئی۔ ہمارے خواجگان چشت کے ملفوظات میں اکثر جگہ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر اور دیگر خواجگان نے یہی فرمایا ہے کہ اے کافرو! تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندان کو کیوں بے پناہ قتل کیا۔ حضرت مخدوم جہانیاں شیخ جلال الدین بخاری قدس سرہٗ اپنی کتاب خزانہ جلالی کے سترھویں باب میں لکھتے ہیں کہ سلاطین بنی امیہ نے فرزندان رسول اللہ صلعم کو قتل کیا۔ اور حضرت علیؓ، حسنؓ اور حسینؓ پر لعنت بھیجتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت پر قسم قسم کے مظالم ڈھاتے تھے پس میں ان کو دشمن جانتا ہوں اور ان کو مسلمان نہیں سمجھتا بلکہ منافقوں میں شمار کرتا ہوں۔ الغرض خزانہ جلالی میں بہت چیزیں مفصل درج ہیں لیکن اس مختصر

Marfat.com

سی کتاب میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصّواب۔
(اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے)

امام حسین کی شہادت کے بعد یزید شرب دوام (ہمیشہ شراب خوری) میں مبتلا ہو گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا میں دین محمدی سے بیزار ہوں اور عیسےٰ بن مریم کے مذہب میں داخل ہو گیا ہوں اور منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ چار ربیع الآخر ۶۴ھ کو رقص و مستی کی حالت میں چھت سے گرا جس سے اس کا مغز پھٹ گیا اور مر گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ رقص و مستی کی حالت میں شکار کو گیا اور گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو گیا۔ وہ ہجرت کے چھبیسویں یا بائیسویں سال پیدا ہوا۔ اس کی حکومت تین سال اور آٹھ ماہ رہی۔ اس کا مدفن دمشق کے قریب قصبہ حوارین میں ہے۔ اسی کے زمانے میں یعنی ۶۳ھ میں حضرت عبداللہ بن عمر کا مکہ میں انتقال ہوا۔ یزید کے بعد اس کا بیٹا معاویہ بن یزید تخت پر بیٹھا چالیسویں دن ممبر پر آیا اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ میرے باپ نے اہل بیت پر ظلم کیا ہے۔ خلافت ان کا حق تھا، میں اس سے دست بردار ہوتا ہوں یہ دیکھ کر تمام بنی امیہ کے لوگ اس غریب تائب شدہ مسلمان (معاویہ بن یزید) کے خلاف متفق ہو گئے اور اسے زہر دے کر مار دیا۔ اور اس کی جگہ مروان بن حکم کو تخت پر بٹھایا۔ مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کو مردود قرار دے دیا تھا۔ ۶۵ھ ہجری میں مروان نے یزید کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا کسی وجہ سے وہ نئے خاوند سے ناراض ہو گئی اور اسے قتل کرا ڈالا۔ اس کے بعد عبدالملک بن مروان تخت پر بیٹھا۔ اور اسی کے زمانے میں مختار نے محمد حنیفہ بن حضرت علیؓ کی طرف سے امام حسینؓ کے خون کا بدلہ لینے کی غرض سے بنی امیہ کے خلاف جہاد شروع کیا۔ اس نے عہد کیا کہ انشاء اللہ بنی امیہ اور ان کے معاونین کا اسی طرح خون بہاؤں گا جس طرح بخت نصر نے یہودیوں کا خون بہایا۔ پس اس نے لوگوں سے کہا کہ میں محمد حنیفہ بن علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے آیا ہوں اور ان

لئے تم سے بیعت لیتا ہوں۔ یہ سن کر تمام اہل کوفہ نے اس کے ساتھ بیعت کی ابراہیم بن مالک اشتر [یاد رہے کہ مالک اشتر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے معاونین میں سے تھے اور جنگ جمل وصفین میں اس نے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے] بھی اپنی کثیر جماعت کے ساتھ مختار سے متفق ہو گیا اور ہزاروں آدمیوں کا عظیم لشکر بنا کر مخالفین کو قتل کرنا شروع کر دیا اور امام حسینؓ کے شہید کرنے والوں میں سے کوئی نہ چھوڑا۔ اس کے بعد انھوں نے اہل بیت کی دوستی میں اپنی جان بھی نثار کر دی۔ مختار کا خروج (جہاد) پنجشنبہ (جمعرات) کی رات ماہ ربیع الاول ۶۶ھ شروع ہوا ابوالقاسم محمد حنیفہ بن علی اپنے علم وفضل اور شجاعت کی وجہ سے بہت مشہور ومعروف تھے۔ چنانچہ ان کے کمالات کتب تاریخ میں مفصل درج ہیں۔ امام حسینؓ کی شہادت کے دن سے انھوں نے کسی کام کو ہاتھ نہ لگایا۔ حرمین شریفین کا طواف کیا کرتے تھے اور ہمیشہ گوشہ غزلت میں ذکر الہی میں مشغول رہا کرتے تھے۔ عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ۸۱ھ میں ان کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ آپ ۲۱ھ میں پیدا ہوئے تھے۔

عبدالملک کے زمانے یعنی ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن زبیرؓ کو مکہ معظمہ میں قتل کیا اور خانہ کعبہ پر گولہ باری کی ۶۷ھ میں عدی بن حاتم طائی نے کہ جس کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور جو جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ لڑا تھا مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی عبدالملک کے زمانے میں ۶۸ھ میں اکہتر سال کی عمر میں وفات پائی۔ الغرض ان بزرگان کی وفات کے بعد سلاطین بنی امیہ بے خوف ہو گئے۔ جس طرح کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پہلی ہجرت کے بعد بے خوف تھا۔ پس انھوں نے دست ظلم دراز کیا۔ الغرض تمام بنی امیہ بن حضرت امیر معاویہؓ سے مروان بن محمد تک چودہ آدمیوں نے تقریباً ایک سو سال حکومت کی۔ اور اہل بیت پر قسم قسم کے مظالم ڈھاتے رہے۔ اس کے بعد تائید ایزدی سے جمعہ کے دن ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲ھ کو ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن

Marfat.com

علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب نے بنی امیہ کے خلاف خروج کیا اور ابومسلم خراسانی کی امداد سے جمعہ کے دن تاریخ مذکور کو مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ حضرت امام حسینؓ اور تمام اہل بیت کے خون کا بدلہ لینے کی خاطر بنی عباس نے سیاہ کپڑے پہن لئے، اور سیاہ جھنڈے بلند کر کے بے شمار لشکر جمع کیا اور بنی امیہ کے درپے ہو گئے۔ محمد بن مروان نے جو بنی امیہ کا آخری حکمران تھا ان کے ساتھ جنگ کی لیکن اپنے تمام لشکر اور قبیلہ سمیت مارا گیا۔ اس کی تفصیل تاریخ طبری اور روضۃ الصفا میں موجود ہے۔

حاصل کلام یہ کہ محمد بن مروان کے قتل کے بعد ابوالعباس عبداللہ نے حکم عام دے دیا کہ تمام ممالک اور تمام شہروں میں جہاں بنی امیہ اور ان کے معاونین ملیں بلا سوال و جواب انھیں قتل کر دیا جائے۔ پس اس قوم میں سے کوئی فرزند زندہ نہ بچا۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ بنی امیہ کی تمام قبروں کو کھود کر ان کی ہڈیوں کو جلا دیا جائے تاکہ اس قوم کا کوئی نشان باقی نہ رہ جائے۔ پس انھوں نے حضرت معاویہ، یزید اور دیگر لوگوں کی قبروں کو کھودا، ان کی ہڈیوں کو جلایا اور قبروں کو مسمار کر دیا اور ان کا کوئی نشان باقی نہ چھوڑا۔ اس کے بعد بنی عباس سلطنت کے امور میں مشغول ہو گئے اس زمانے میں صوفیائے کرام کو حیرت اور سکوت کے سوائے اور کسی چیز کے ساتھ سروکار نہ تھا۔ ان معاملات کے باوجود اکثر علمائے امت بنی عباس کی خلافت کے جواز میں متفق ہیں اور تمام خلفائے بنی عباس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین مانتے ہیں۔ علمائے وقت نے دیگر سلاطین مثل سلطان محمود غزنوی اور سلطان سنجر سلجوقی جو خلفائے بنی عباس کے ہم عصر تھے کے حق میں یہ فتویٰ دیا کہ پہلے خلفائے بنی عباس سے خلافت حاصل کریں اور پھر ان کی نیابت میں حکومت کریں۔ چنانچہ پانچ سو سے زائد عرصہ تک اسلامی ممالک کے تمام حکمران اسی طرح کرتے رہے حتیٰ کہ ہلاکو خان پسر چنگیز خان نے بغداد پر حملہ کیا اور ۶۵۶ھ میں خلیفہ بغداد ابواحمد عبداللہ بن مستنصر مستعصم باللہ کو اس کے اہل و عیال سمیت تہ تیغ کر ڈالا اور شہر بغداد اور اس کے نواحی علاقوں کو جلا کر خاک کر ڈالا۔ خلفائے بنی عباس نے جن کی تعداد سینتیس

Marfat.com

تھی کل پانچ سو بیس سال چار ماہ حکومت کی۔

ذکرِ آں یادگارِ نبوت، آں پروردہ صفوت آں پیشوائے دین

امام علی زین العابدین بن امام حسین ابن علی کرم اللہ وجہہ

آپ ائمہ اہل بیت میں سے چوتھے امام تھے۔ آپ کی والدہ شہربانو بنت یزد جرد بن شہریار بن خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیروان تھیں۔ روضۃ الصفا اور حبیب السیر میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلافت کے زمانے میں یزدجرد کی تین لڑکیاں گرفتار ہوئی تھیں۔ یہ تینوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لے لیں۔ اس وجہ سے کہ یہ سلاطین عجم کی بیٹیاں ہیں۔ ان کو فروخت کرنا مناسب نہیں۔ پس انھوں نے ایک کو اپنے بیٹے امام حسینؓ کو بخشا۔ جن کے بطن میں سے امام زین العابدین پیدا ہوئے ایک کو حضرت محمد بن ابوبکرؓ کو دیا جن کے بطن سے حضرت قاسم پیدا ہوئے۔ تیسری کو عبداللہ بن عمرؓ کو مرحمت کیا۔ جن کے بطن سے سالم پیدا ہوئے۔ پس علی بن حسینؓ قاسم بن محمد بن ابوبکر اور سالم بن عبداللہ بن عمرؓ آپس میں خالہ زاد بھائی تھے اور ان تینوں حضرات کی بے شمار اولاد ہوئی۔ امام زین العابدینؓ کی ولادت جمعہ کے دن پندرہ ماہ جمادی الآخر اور دوسری روایت کے مطابق ماہ شعبان ۳۸ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کا اسم شریف علی تھا اور کنیت ابو محمد اور ابوالقاسم تھی۔ آپ کے القاب زین العابدین، ذکی اور امین ہیں۔ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے وقت دو سال کے تھے اور واقعہ کربلا کے وقت آپ کی عمر تئیس ۲۳ سال تھی۔ آپ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد مسند امامت پر بیٹھے۔ محمد حنیفہ بن علی کرم اللہ وجہہ نے ان کی خلافت کے بارے میں اختلاف کیا۔ امام زین العابدینؓ نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم خانہ کعبہ میں حجر اسود کے نزدیک چلیں اور اس سے پوچھیں کہ امام زماں کون ہے تاکہ حقیقت حال دونوں پر واضح ہو جائے۔ پس دونوں نے حجر اسود کے پاس جا کر یہی سوال کیا۔ حجر اسود حرکت میں آیا اور فصیح زبان سے کہنے لگا کہ امامت حسین بن علیؓ کے

Marfat.com

بعد علی بن حسینؑ کو پہنچی ہے اور امام زمان زین العابدین ہیں۔ محمد حنیفہ یہ کرامت دیکھ کر امام زین العابدین کی امامت کے قائل ہو گئے اور ان کی محبت ان کے دل میں قوی ہو گئی۔ آپ کی کرامات اور خوارق عادات اس قدر زیادہ ہیں کہ جن کی اس کتاب میں گنجائش نہیں۔ تمام امت پر ظاہر ہے کہ علم و عمل نبوی کے وارث اور متصرف ولایت مطلق مرتضویؑ آپ ہیں۔ آپ کا وصال منگل کے دن اٹھارہ ماہ محرم ۹۵ھ ولید بن عبد الملک بن مروان کے زمانہ خلافت میں ہوا اور جنت البقیع میں حضرت امام حسنؓ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کی عمر ستاون سال تھی۔ آپ کی امامت کی مدت چونتیس سال تھی اکثر مورخین کا خیال یہ ہے کہ ولید بن عبد الملک نے اس امام معصوم کو زہر دی۔ آپ کے گیارہ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔

ذکرِ عالم مصطفوی وارثِ ولایتِ مرتضوی پیشوائے اہلِ یقین

امام محمدؑ باقر بن امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ ائمہ اہل بیت میں سے پانچویں امام ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت حضرت امام حسنؓ تھیں۔ آپ کی ولادت جمعہ کے دن تین ماہ صفر اور دوسری روایت کے مطابق یکم ماہ رجب ۵۷ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کا اسم شریف محمد اور کنیت ابو جعفر اور القاب باقر و شاکر اور ہادی تھے۔ امام حسین کی شہادت کے وقت آپ کی عمر تین سال تھی اور اپنے والد ماجد امام زین العابدین کی وفات کے وقت آپ کی عمر اٹھتیس ۳۸ سال تھی کہ مسند امامت پر متمکن ہوئے۔ حبیب السیر میں لکھا ہے کہ ایک دن حبابہ حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ ہمارے پاس دیر سے کیوں آئی ہو۔ حبابہ نے کہا کہ میرے سر پر مرض برص کی وجہ سے سفیدی ہو گئی ہے اس سے میری خاطر ملول رہتی ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے دکھاؤ۔ حبابہ نے سفید داغ دکھایا۔ حضرت امام نے اس نشان پر ہاتھ پھیرا جس سے وہ اپنے اصلی رنگ میں آ گیا اور تمام بال بھی سیاہ ہو گئے۔ آپ کے کمالات اور خوارق

Marfat.com

عادات اکثر کتب تاریخ میں مذکور ہیں۔ آپ امام برحق، جانشین پیغمبرؑ اور کلید حقائق و معارف تھے۔ سوموار کے دن ساتویں ماہ ذی الحجہ ۱۱۴ھ کو ہشام بن عبدالملک کے عہد حکومت میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی عمر ستاون سال تھی۔ آپ کی امامت کی مدت انیس سال تھی۔ آپ کا مدفن جنت البقیع میں امام زین العابدین کے مزار کے پاس ہے۔ آپ کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ چھ بیٹے اور ایک دختر تھیں۔ رحمہ اللہ علیہ۔

ذکر آں سر حلقۂ اہلِ کمال، آں دائم مشاہدۂ ذوالجلال رضی اللہ عنہ آں طبیب جمیع امراض ظاہر و باطن امام ابو عبداللہ جعفر بن محمد الصادق

آپ ائمہ اہل بیت میں سے چھٹے امام تھے۔ آپ شش جہات عالم میں از روئے حقیقت متصرف تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق تھیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ہفتہ یا اتوار کے دن سترہ ماہ ربیع الاول ۸۳ھ میں ہوئی۔ آپ کا اسم مبارک امام جعفر، کنیت ابوعبداللہ، ابواسماعیل اور آپ کے القاب صادق، صابر اور فاضل تھے۔ آپ کی عمر اپنے دادا امام زین العابدینؓ کی وفات کے وقت پندرہ سال تھی۔ ایک اور روایت کے مطابق بارہ سال تھی۔ آپ کی عمر اپنے والد ماجد امام محمد باقرؓ کے وصال کے وقت چونتیس سال تھی۔ ایک روایت کے مطابق اکتیس سال تھی کہ آپ مسند امامت پر متمکن ہوئے اور دنیا کو زیور ہدایت سے منور فرمایا۔ آپ کے کمالات اور خوارق عادات شرق سے غرب تک مشہور ہیں۔ وہ کرامات و تصرفات جو آپ کے آباؤ اجداد سے پردے میں تھے آپ سے بلا تکلف ظاہر ہونے لگے اور عجیب و غریب علوم جو وراثتاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سینہ بسینہ چلے آرہے تھے آپ نے ظاہر کئے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ علمنا غابرٌ و مذبورٌ و نکت فی القلوب و نقرٌ فی الاسماع و ان عندنا الخضر الاحمر والجفر الابیض و مصحف فاطمۃ و ان عندنا الجامعۃ فیہا ما یحتاج الناس۔

Marfat.com

ترجمہ [ہمارے علوم ہیں غابر، مذبور، نکت فی القلوب، نقر فی الاسماع، جفر الاحمر، جفر الابیض، مصحف فاطمہ اور جامعہ] ہمارے پاس ہیں۔

حبیب السیر میں حضرت امامؓ کے اس کلام کے متعلق یوں لکھا ہے کہ غابر وہ علم ہے جس کے مطابق مستقبل کے واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ مذبور وہ علم ہے جو گزشتہ واقعات کے متعلق ہوتا ہے۔ نکت فی القلوب سے مراد الہام ہے۔ نقر فی الاسماع سے مراد کلام ملائکہ ہے کہ جن کی باتیں میں سنتا ہوں اور ان کی شکلوں کو نہیں دیکھتا۔ جفر احمر وہ مقام ہے کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیار ہیں اور اس وقت تک وہاں رہیں گے جب تک امام مہدی علیہ السلام کا ظہور نہ ہوگا۔ جفر ابیض بھی ایک ظرف ہے کہ جس میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کی تورات، حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی انجیل، حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور اور تمام آسمانی کتابیں ہیں۔ اور مصحف فاطمہ ایک کتاب ہے کہ جس میں ہر وہ چیز جس کا ظہور ہوتا ہے اور ہر ملک اور اس کے حکمرانوں کے نام تا ظہور قیامت درج ہیں۔ جامعہ ایک کتاب ہے کہ جس کا طول ستر گز ہے یہ کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسے اپنے ہاتھ سے لکھا۔ اور خلقت کے جتنے واقعات تا قیامت سب اس میں درج ہیں اور یہ علوم ائمہ اہل بیت کا خاصا ہیں اور دوسرے کسی بشر کو حاصل نہیں۔

ابن جوزی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب میں حضرت لیث بن سعدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں (لیث بن سعدؓ) حج کے موسم میں عصر کی نماز پڑھ کر کوہ ابو القبیس پر چڑھ گیا وہاں میں نے ایک شخص دیکھا جو کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے یہ کہہ رہا تھا یا رب یااللہ یا حیُّ یا رحیم یا ارحمُ الراحمین۔ اس نے سات مرتبہ یہ کلمات زبان پر دہرائے اور حق تعالیٰ سے پہننے کے لئے کپڑے اور کھانے کے لئے کوئی چیز طلب کی۔ اس کے بمجرد تازہ انگوروں کا ایک تھال اللہ

Marfat.com

دونوں چادریں اس کے سامنے ظاہر ہوگئیں، حالانکہ وہ انگور کا موسم بھی نہ تھا۔ تب انھوں نے ارادہ کیا کہ انگور کھائیں، میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ میں بھی اس میں آپ کا شریک ہوں، انھوں نے فرمایا کہ آگے آؤ لیکن جمع نہ کرنا پس میں نے ان کے ساتھ پیٹ بھر کر انگور کھائے اور اس تھال میں کچھ کمی واقع نہ ہوئی۔ اس کے بعد انھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ ان دو چادروں میں سے جو پسند کرتے ہو لے لو۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے انھوں نے ایک چادر کا تہبند بنایا اور دوسری کو اوڑھ لیا اور وہ دو پرانی چادریں جو ان کے پاس تھیں اٹھا کر روانہ ہوگئے۔ میں ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا راستے میں ایک آدمی ملا، انھوں نے پرانی چادریں اسے دے دیں اور چلے گئے۔ میں نے اس آدمی سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں، اس نے جواب دیا کہ یہ امام جعفر بن محمد باقرؒ ہیں۔ اس کے بعد میں نے ان کو بہت تلاش کیا لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔

حبیب السیر میں فضل بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک دن چھٹے امام کسی کوچے میں جا رہے تھے دیکھا کہ ایک عورت اپنے بال بچوں کے ساتھ بیٹھی رو رہی ہے آپ نے اس سے وجہ دریافت فرمائی۔ اس نے کہا کہ میرے پاس ایک گائے تھی جس کے دودھ پر میرا اور میرے بال بچوں کا گزارہ تھا۔ اب وہ گائے مر گئی ہے اب حیران ہوں کہ کیا کروں۔ حضرت امامؑ نے دعا کی، اپنا پاؤں گائے پر مارا، اور آواز دی۔ گائے فوراً زندہ ہو کر کھڑی ہوگئی اور چلنے لگی۔ علی بن حمزہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت امام جعفر صادقؑ کے ساتھ ایک خشک کھجور کے پاس کھڑا تھا۔ حضرت امام نے اس کی طرف دیکھ کر اپنے دو لبوں کو حرکت دی۔ فوراً وہ کھجور ہری ہوگئی اور پھل ظاہر ہوئے۔ پس ہم نے ان کے ساتھ تازہ کھجور کھائے ان میں ایسی لذت تھی کہ ایسی کھجور کبھی نہ کھائی تھی۔ وہاں ایک اعرابی (دیہاتی) بھی موجود تھا۔ یہ دیکھ کر اس نے کہا کہ میں نے اس قسم کا جادو کبھی نہیں دیکھا حضرت امام نے فرمایا کہ ہم انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ ہم جادو نہیں جانتے ہم دعا

Marfat.com

کرتے ہیں اور حق تعالےٰ قبول فرماتے ہیں۔ اگر تو چاہتا ہے تو میں دعا کردوں کہ
اللہ تعالیٰ تجھے مسخ کردے اور کتا بنا دے۔ وہ ایک جاہل آدمی تھا اس نے کہا اچھا
دعا کرو۔ امام صاحبؓ نے دعا کی تو وہ آدمی فوراً کتا بن گیا اور گھر کی طرف گیا۔ گھر کے
لوگوں نے اسے مار کر گھر سے بھگا دیا۔ اس کے بعد وہ کتا امام صاحب کے سامنے
آیا، مٹی پر لیٹنے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر امام علیہ رحمہ
کو رحم آیا، آپ نے دعا کی اور وہ اپنی اصلی صورت میں آگیا۔ شواہد النبوت میں لکھا
ہے کہ داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ نے امام جعفر صادق کے غلاموں سے ایک
کو قتل کر ڈالا اور اس کی جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ امام صاحب نے وہاں جا کر اپنی چادر
کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے فرمایا کہ تم نے میرے غلام کو قتل کر دیا ہے اور اس کے مال
پر قبضہ کر لیا ہے واللہ تمہارے سے بد دعا کروں گا۔ اس نے کہا آپ مجھے اپنی
دعا سے ڈراتے ہیں۔ آپ نے اسے بد دعا کی، ایک ساعت بھی نہ گزرا تھا کہ
کسی نے داؤد کو قتل کر دیا۔ شیخ فریدالدین عطارؒ لکھتے ہیں کہ ایک دن ایک آدمی
نے حضرت امام صاحب کے پاس آکر عرض کیا آپ مجھے حق تعالیٰ کا دیدار کرادیں۔
آپ نے فرمایا کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اس قدر کمال کے باوجود جواب لن
ترانی سنا، تو کس طرح خدا کو دیکھ سکے گا۔ اس نے کہا کہ یہ کلمہ (لن ترانی) حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے لئے صادر ہوا ہے میرے لئے حجت نہیں ہے کیوں کہ میں
امت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہوں۔ ہمارے پیغمبر علیہ السلام نے حق
تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ امام صاحب نے فرمایا، اچھا دریا کے اندر آ اور صادق صادق
کہتا رہ۔ پانی جوں جوں اسے نیچے دباتا تھا وہ صادق صادق کہتا جاتا تھا۔ جب غرق
ہونے کے قریب پہنچا تو تنگ آکر یا اللہ کہنے لگا۔ اللہ کہتے ہی اس کے دل کی
کھڑکی کھل گئی۔ اور اسے مطلوب کا مشاہدہ ہوگیا اور غرق ہونے سے بھی بچ گیا اس
کے بعد امام صاحب نے فرمایا جب تم صادق صادق کہہ رہے تھے کاذب تھے جس
وقت تم نے اللہ کا نام لیا اور اس سے پناہ طلب کی صادق ہو گئے۔ آپ کے کمالات

Marfat.com

اس قدر ہیں کہ تحریر سے باہر ہیں۔ آپ نے سوموار کے دن پندرہ ماہ رجب ۱۴۸ھ ابوجعفر المنصور کے عہد میں رحلت فرمائی۔ اکثر مؤرخین کا خیال ہے کہ خلیفہ ابوجعفر المنصور نے آپ کو زہر دی تھی۔ آپ کی عمر اڑسٹھ سال اور دوسری روایت کے مطابق پینسٹھ سال تھی۔ آپ کی امامت کی مدت چونتیس سال تھی۔ آپ کے چھ لڑکے اور ایک لڑکی تھی، لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ آپ کے سات لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں سب سے بڑے لڑکے کا نام اسماعیل تھا اور امام صاحب کو بہت پیارا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا امامت اسے ملے گی۔ لیکن امام صاحبؓ کی زندگی میں اسماعیلؒ کا انتقال ہو گیا۔ لہٰذا امامت حضرت کاظمؑ کو ملی۔

ذکرِ آں ہمہ وقت پیشوائے اہلِ بصیرت، آں معشوقِ حضرتِ حق معنی وصورت متابعش بر جمیع اُمم لازم، امام ابوالحسن موسےٰ بن جعفر کاظم رضی اللہ عنہ

آپ ائمہ اہل بیت میں سے ساتویں امام ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حمیدہ تھا۔ آپ کی ولادت اتوار کے دن ماہ صفر کی سات تاریخ ۱۲۸ھ میں منزل ابواء جو کہ مکہ و مدینہ کے درمیان ہے پر ہوئی۔ آپ کا اسم شریف موسیٰ، کنیت ابوالحسن ابوابراہیم اور ابوعلی تھی، کمال حلم اور غصہ دبانے کی وجہ سے آپ کا لقب کاظم ہو گیا تھا۔ آپ کو صابر، صالح اور امین بھی کہا کرتے تھے۔ آپ کی عمر اپنے والد ماجد کی وفات کے وقت بیس سال تھی کہ مسند امامت پر متمکن ہوئے۔ آپ کے کمالات خوارق عادات بہت ہیں۔ حبیب السیر میں لکھا ہے کہ ایک دن ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور پرندوں کی سی بولی میں آپ سے باتیں کرنے لگا اس قسم کا کلام پہلے کسی نے نہ سُنا تھا۔ امام صاحبؓ بھی اسی زبان میں اس کو جواب دیتے رہے۔ جب وہ چلا گیا تو لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ کون سی زبان ہے۔ فرمایا یہ جنوں کے ایک فرقے کی زبان ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ امام وقت کو تمام مخلوقات کی

Marfat.com

زبان سکھا دیتا ہے۔ یہ تعجب کی بات نہیں ہے وعلم آدم الاسماء کلھا۔ [یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کا علم عطا فرمایا] حضرت خواجہ شقیق بلخیؒ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں حجاز کے سفر کے دوران میں قادسیہ پہنچا۔ میں نے ایک پست قد اور گندمی رنگ والا آدمی دیکھا کہ جو پشمینہ اوڑھے ہوئے تھا۔ وہ مُصلےٰ کاندھے پر رکھے ہوئے اور جوتا پہنے ہوئے تنہائی کے گوشہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا، کہ یہ جوان صوفیا کرام میں سے معلوم ہوتا ہے جس طرح کہ میں چاہتا تھا، پس میں اس کے نزدیک گیا۔ ابھی منہ سے کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ اس نے میرا نام لیا اور جو مقصد کہ میرے دل میں تھا بغیر سوال کئے انھوں نے ظاہر کر دیا۔ اس کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا اور چل دیا۔ دوسری منزل پر میں نے دیکھا کہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کے جسم پر لرزہ تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ میں پاس کھڑا ہو گیا کہ نماز سے فارغ ہو جائے نماز سے فارغ ہو کر اس نے میرے دل کی بات پھر بتائی اور چل دیا۔ دوسری منزل پر میں نے دیکھا کہ ایک کنویں پر کھڑا ہے اور کوزہ ہاتھ میں لئے پانی طلب کر رہا ہے جب میں نے کنویں کے پانی کی طرف نگاہ کی، دیکھا کہ پانی اوپر آ گیا ہے۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر کوزہ بھر لیا اور وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد وہ ایک ریت کے ٹیلے کی طرف گیا اور کوزے میں ریت بھر کر اس کو ہلاتا جاتا تھا اور کھاتا جاتا تھا میں نے قریب جا کر سلام کیا، اس نے جواب دیا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے بھی حق تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت سے کچھ عنایت فرمایئے۔ انھوں نے فرمایا اے شقیق حق تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمت ہمیں ہمیشہ ملتی ہے۔ تم کو چاہیئے کہ اس رزاق مطلق کے متعلق نیک ظن رکھو۔ پھر کوزہ مجھے دے کر فرمایا کہ کھاؤ، جب میں نے کھایا تو شہد اور شکر تھی اور اس میں اس قدر لذت اور شیرینی تھی کہ واللہ اس سے خوشتر کبھی نہ کھائی تھی۔ پس میں سیر ہو گیا اور چند دنوں تک مجھے کھانے کی قطعاً ضرورت پیش نہ آئی۔ اس کے بعد پھر میں نے ان کو کبھی نہ دیکھا بجز اس کے کہ ایک دن مکہ معظمہ

Marfat.com

میں، میں نے ان کو دیکھا کہ آدھی رات کے وقت نماز میں مشغول تھے صبح تک نماز پڑھتے رہے۔ صبح ہوتے ہی مکہ اور اطراف کے لوگ مکھیوں کی طرح ان پر گرنے لگے۔ میں نے حیران ہو کر کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ یہ امام موسٰے بن امام جعفر صادق ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ عجیب و غریب باتیں جو میں دیکھتا آیا ہوں ان سے بعید نہیں۔ آپ کے کلمات حقائق اور کرامات اس قدر ہیں کہ اس کتاب میں ان کی گنجائش نہیں۔ آپ نے پچیس ماہ رجب ۱۸۳ھ کو خلیفہ ہارون الرشید کے عہدِ حکومت میں اس دنیا سے رحلت فرمائی۔ آپ کی عمر پچپن سال تھی اور آپ کی امامت کی مدت پینتیس سال تھی۔ اکثر ارباب تاریخ اور سیرت اس بات پر متفق ہیں کہ ہارون الرشید کے حکم کے مطابق مسندی بن شاہک یا یحییٰ بن خالد برمکی نے امام بے گناہ کو زہر دی۔ آپ کا مدفن بغداد میں ہے۔ آپ کے اکیس بیٹے اور آٹھ بیٹیاں تھیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ کے بیس لڑکے سترہ لڑکیاں تھیں۔ رحمہ اللہ علیہ

ذکر آں قبلۂ جمیع اہل اسلام آں متکلم بکلام الہام آں واقف اسرار قدر و قضا امام ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا ؒ

آپ ائمہ اہل بیت میں سے آٹھویں امام ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ام بنت نجم تھا۔ شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ وہ ان کی دادی حمیدہ کی کنیز تھی، اور امام موسیٰ رضا کی والدہ نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کنیز اپنے بیٹے موسیٰ کو بخش دے کہ اس کے بطن سے ایک ایسا جوان پیدا ہو گا جو بہترین اہل زمین ہو گا۔ پس اس نے کہا کہ جب علی رضا میرے پیٹ میں آئے تو نیند میں میں تسبیح اور تہلیل کی آواز سنتی تھی۔ آپ کی ولادت جمعہ کے دن گیارہ ماہ ذالحجہ ۱۴۸ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ دوسری روایت کے مطابق آپ کی ولادت ۱۵۳ھ میں ہوئی۔ آپکا اسم مبارک

Marfat.com

علی تھا کنیت ابوالحسن اور ابومحمد اور القاب رضا، مرتضیٰ، ضامن وصابر وغیرہ تھے آپ کی عمر اپنے والد ماجد کی وفات کے وقت تینتیس سال تھی کہ آپ مسند امامت پر بیٹھے۔ آپ سے اس قدر کلمات حقائق اور خوارق عادات ظہور میں آئے کہ اہل بیت میں سے کسی سے ظاہر نہ ہوئے۔ شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ اہل نباج کے صالحین میں سے ایک بزرگ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مسجد نباج میں جہاں حاجی لوگ منزل کر رہے آپ تشریف فرما ہیں اور کھجوروں کا ایک تھال آپ کے سامنے پڑا ہے، آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے سترہ کھجور کے دانے اٹھا کر مجھے عنایت فرمائے۔ میں نے اس خواب کی تعبیر یوں کی کہ سترہ سال اور زندہ رہوں گا۔ اس کے بیس دن بعد میں نے سُنا کہ امام علی رضا اس مسجد میں تشریف لائے ہیں۔ میں فوراً وہاں پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اسی جگہ بیٹھے ہیں جہاں میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھے دیکھا تھا اور کھجوروں کا تھال بھی اسی طرح ان کے سامنے پڑا ہے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب دیا اور مجھے اپنے پاس طلب فرما کر سترہ کھجور مجھے عنایت فرمائے۔ میں نے عرض کیا یا ابن رسولؐ! میں اس سے زیادہ چاہتا ہوں۔ انھوں نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ دیتے تو ہم بھی دیتے شواہد النبوت میں یہ بھی مروی ہے کہ ایک دن امام نے ایک شخص کو دیکھ کر فرمایا کہ جو کچھ وصیت کرنی ہے کر لے اور اس چیز کے لئے تیار ہو جا جس سے گریز نہیں۔ تین دن کے بعد وہ شخص مر گیا۔ شواہد النبوت میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابواسمٰعیل سندی حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور سندی زبان میں آپ پر سلام کہا آپ نے بھی اسی زبان میں جواب دیا۔ اس کے بعد اس نے امام صاحب سے سندی میں سوال کئے اور اسی زبان میں جواب حاصل کئے۔ جاتے وقت اس نے عرض کیا کہ میں عربی نہیں جانتا۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ عربی زبان کو مجھ پر آسان کر دے۔ آپ نے اپنے دست مبارک اس کے لبوں پر ملے۔ فوراً عربی زبان

Marfat.com

بولنے لگا۔ ابوصلت ہرویؒ کہتے ہیں کہ جس ملک سے کوئی شخص آپ کے پاس آتا تھا، آپ اس کی زبان میں اس سے بات کرتے تھے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ فصیح زبان استعمال کرتے تھے۔ آپ کی نظر کیمائے اثر سے نابینے بینائی حاصل کر لیتے تھے۔ اور برص جیسی امراض ایک لمحہ میں دور ہو جاتی تھیں۔ جب آپکے کمالات اور کرامات مشہور ہوئے اور خلیفہ مامون الرشید تک پہنچے تو اسے یقین ہو گیا کہ خلافت کے مستحق حضرت امامؑ ہیں، چنانچہ اس نے حضرت امامؒ سے عرض کیا کہ میرے بعد آپ خلیفہ وقت ہوں گے، لیکن آپ راضی نہ ہوئے اور فرمایا کہ ہمیں خلافت کی خواہش نہیں ہے۔ بہر حال کافی گفتگو شنید کے بعد خلیفہ نے آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اس معاملہ میں ہمارا علم جفر اور جامع (یہ بھی جفر کی طرح ایک علم ہے جس سے مستقبل کا علم ہو جاتا ہے) ہمیں کوئی خبر نہیں دے رہا، آخر یہی ہوا، تمام عباسی لوگوں نے خلیفہ مامون الرشید کے پاس جمع ہو کر عرضداشت کی کہ خلافت کو اپنے خاندان سے منتقل کرنا مناسب نہیں۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ماموں رشید امام معصوم کی ہلاکت کے درپے ہو گیا اور انھیں زہر دے دی، چنانچہ شواہد النبوت اور دوسری معتبر کتابوں میں یہ واقعہ مفصل بیان کیا گیا ہے۔ حضرت علاؤالدین سمنانی مع چہل مجالس میں فرماتے ہیں کہ جب امام صاحب ماموں رشید کی دعوت پر باغ میں تشریف لے گئے۔ اس نے چند زہر آلود انگور آپ کو کھلائے۔ آپ جانتے تھے کہ یہ انگور زہر آلود ہیں اور کھاتے ہی فوت ہو جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے اپنے بیٹے محمد تقی کو جو ہفت سالہ تھے اور بغداد میں مقیم تھے زور کرامت سے ایک ساعت میں بغداد سے طوس منتقل کر دیا۔ اور وصیت کی کہ فلاں جگہ مٹی کھودنا وہاں ایک پتھر ملے گا جس پر کچھ لکھا ہوا ہو گا۔ مجھے اس پتھر کے نیچے دفن کر دینا۔ اس کے بعد فرمایا کہ فلاں باغ کے فلاں درخت کے نیچے ہم نے تمہارے لئے امانت رکھی ہے۔ وہ امانت کتاب جفر و جامع ہے۔ جامع وہ کتاب ہے جو امیر المومنین

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لکھی ہے اور غیب کے بھید اس میں درج کئے ہیں۔ اور امام وقت کے علاوہ ان بھیدوں کو کوئی نہیں جان سکتا۔ امام وقت کے لئے ضروری نہیں کہ ہر وقت ظاہر رہے لیکن وہ کتاب اس وقت تک موقوف رہتی جب تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں سے کوئی امامت کے درجہ کو نہ پہنچے۔ اور امام حسینی کے سوا کوئی نہیں ہوتا۔ (یعنی حضرت امام حسین کی اولاد میں سے ہوتا ہے) اور اس وقت وہ کتاب مع چند دوسرے اجزا کے جو انبیاء علیہم السلام سے ودیعت ہیں پنہاں (چھپی ہوئی) ہے اس وقت تک کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا اور ان کو یہ کتاب ملے گی۔ شیخ علاؤ الدولہ کا کلام ختم ہوا۔ حضرت امام کے کمالات و کرامات اظہر من الشمس لیکن اس کتاب میں گنجائش نہیں۔ منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ حضرت امام علی رضاؓ کی وفات آخر ماہ صفر ۲۰۳ھ سناباد طوس (جو آج کل مشہد کے نام سے مشہور ہے) میں ہوئی۔ حبیب السیر میں امام کی وفات کے متعلق دو قول نقل کرتے ہیں ایک ماہ رمضان سن مذکور، دوسرے سن ۲۰۸ھ امام علی رضاؓ کے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی تھی، دوسرے قول کے مطابق چار بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ سوائے امام محمد تقی کے آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔

ذکر آں کعبہ مقصود ارباب ہدایت، امام ولایت جانشین مصطفےٰ و مرتضیٰ

امام ابو جعفر محمد بن علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ ائمہ اہل بیت میں سے نانویں امام تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ریحانہ یا سکینہ تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت جمعہ کی شب پندرہویں یا سترہویں ماہ رمضان ۱۹۵ھ میں مدینہ منورہ میں واقع ہوئی۔ آپ کا اسم مبارک محمد ہے۔ آپ کنیت اور نام میں حضرت امام محمد باقر سے مشابہت رکھتے تھے اس لئے آپ کو ابو جعفر ثانی کہتے ہیں۔ آپ کے القاب تقی، جواد اور قانع ہیں۔ آپ کی

Marfat.com

عمر اپنے والد کی وفات کے وقت سات سال اور چند ماہ تھی کہ مسند خلافت پر بیٹھے حدیث۔ **من سعد سعد فی بطن امہ** (جو سعید ہوا وہ سعید ہوا اپنی ماں کے پیٹ میں) آپ کے حق میں صادق آتی ہے۔ آپ کے کمالات اور کرامات بہت ہیں۔ شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ امام تقیؒ نے صغیر سنی میں علم و ادب و فضل اور ظاہری و باطنی کمالات میں اس قدر ترقی کر لی تھی کہ جس کی اس زمانے میں مثال نہ تھی اسی وجہ سے مامون رشید خلیفہ وقت امام کا شیدا ہو گیا اور اس نے اپنی لڑکی کا عقد اُن سے کر کے ان کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ خلیفہ ہر سال ہزاروں دینار انکی خدمت میں بھیجا کرتا تھا۔ جب آپ کوفہ پہنچے، آخری دن مسجد میں قیام کیا۔ اس مسجد میں ایک درخت تھا جو ابھی بار ور نہ ہوا تھا۔ آپ نے پانی کا کوزہ منگوا کر اس درخت کی جڑ میں وضو کیا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ ایک ساعت میں اس درخت کے پھل نمودار ہوا جو نہایت تر و تازہ، شیریں اور بے دانہ تھا۔ لوگ اس کے پھل تبرکاً لے جاتے تھے اور کھاتے تھے۔ شواہد النبوت میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک دفعہ شام کے لوگ ایک شخص کو زنجیروں میں جکڑ کر لے آئے کہ اس نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ آپ نے اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا ملک شام کا رہنے والا ہوں، میں اس مسجد میں مشغول بہ عبادت تھا جس میں بنی امیہ نے حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک لٹکا دیا تھا۔ ایک رات میں قبلہ رو بیٹھا تھا کہ ایک بزرگ اچانک میرے سامنے ظاہر ہوئے۔ اور انھوں نے مجھ سے کہا۔ اٹھو۔ میں اٹھ کر ان کے پیچھے ہو لیا۔ چند قدم چلا تھا کہ اپنے آپ کو مسجد کوفہ میں پایا۔ میں نے ان کے پیچھے نماز ادا کی۔ وہاں سے روانہ ہوئے تو چند قدم چلنے کے بعد ہم مدینہ منورہ میں روضہ رسول اللہ صلعم پر پہنچ گئے اور ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ وہاں سے بھی روانہ ہوئے اور تھوڑی دیر میں مکہ معظمہ پہنچ گئے اور ان کے ساتھ طواف کیا۔ وہاں سے باہر آ کر وہ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور پھر میں نے اپنے آپ کو اسی شام کی مسجد میں پایا اور حیران رہ گیا۔ دوسرے دن پھر وہ بزرگ تشریف لائے اور اسی طرح تمام مقامات

Marfat.com

کی سیر کے بعد انھوں نے مجھے واپس اسی مسجد میں پہنچا دیا۔ میں نے ان کو خدا تعالیٰ کی قسم دے کر دریافت کیا کہ آپ کون صاحب ہیں۔ فرمایا، میں محمد بن علی بن موسیٰ کاظم ہوں۔ جب صبح ہوئی میں نے یہ قصہ اپنے دوستوں کے سامنے بیان کیا۔ آخر یہ بات حاکم شام تک پہنچ گئی۔ اور مجھے مشتبہ سمجھ کر انھوں نے مجھے قید میں ڈال دیا ہے اور یہ الزام لگاتے ہیں کہ تم نبوت کا دعویٰ کرتے ہو۔ چنانچہ چند اہل دانش حضرات نے حقیقت حال سے واقف ہو کر والئ شام سے درخواست کی کہ یہ آدمی بیگناہ ہے اسے رہا کر دینا چاہیئے۔ اس نے جواب دیا کہ جو بزرگ اسے ایک رات میں شام سے کوفہ، کوفہ سے مدینہ، مدینہ سے مکہ اور مکہ سے واپس شام پہنچا سکتا ہے وہ اسے قید سے کیوں نہیں چھڑا سکتا۔ حق تعالیٰ نے فوراً امام محمد تقی کی توجہ سے اسے خلاصی دی۔ اس کے ہاتھوں سے لوہے کے زنجیر ٹوٹ کر گر پڑے اور پہرہ داروں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ حضرت امام کی اس قسم کی کرامات اس قدر زیادہ ہیں کہ اس مختصر کتاب میں درج نہیں ہو سکتیں۔ آپ کا وصال منگل کے دن چھ ماہ ذالحجہ ۲۲۰ھ کو خلیفہ معتصم باللہ کے عہد حکومت میں ہوا۔ آپ کی عمر پچیس سال اور مدت امامت سترہ سال تھی۔ بعض مورخین کی رائے یہ ہے کہ خلیفہ معتصم باللہ نے امام معصوم کو زہر دی۔ آپ کا مدفن بغداد میں مقبرہ بنی ہاشم کے اندر اپنے دادا امام موسیٰ کاظمؒ کے قریب ہے۔ آپ کے تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ لیکن حبیب السیّر کے مطابق آپ کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر آں کاشف اسرار لاتناہی، آں تعلیم کردہ بعلم الٰہی محبوب ترین اولادِ احمدی، امام ابوالحسن علی نقی ابن محمد تقی رضی اللہ عنہ

آپ ائمہ اہل بیت میں سے دسویں امام ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام فضل بنت خلیفہ ماموں تھیں۔ آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں پندرہ ماہ ذالحجہ ۲۱۲ھ کو ہوئی۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش ماہ رجب ۲۱۴ھ ہے۔ آپ کا

Marfat.com

اسم مبارک اور کنیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امام علی رضا سے مشابہ ہے جسی وجہ سے آپ کو امام ابوالحسن ثانی کہتے ہیں۔ آپ کے القاب نقی، ہادی، عسکری، ناصح، متوکل، فتاح اور مرتضیٰ ہیں۔ امام ابوالحسن علی نقیؓ کی عمر اپنے والد بزرگوار کی وفات کے وقت چھ سال تھی کہ آپ مسند امامت پر بیٹھے۔ آپ سے اس قدر کرامات صادر ہوئے کہ دائرہ تحریر سے باہر ہیں۔ وہ علوم لامتناہی جو خانوادہ اہلبیت کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پہنچے تھے، امام وقت کو مسند امامت پر بیٹھتے ہی اپنے والد بزرگوار کی طرف سے منکشف ہو جاتے تھے حدیث پاک **الائمۃ من بعدی اثنیٰ عشرہ۔** [میرے بعد بارہ امام ہوں گے] کے مطابق بارہ پشت تک یہ سنت جاری رہی۔ حبیب السیر میں لکھا ہے کہ ایام صغیر سنی میں امام نقیؓ سے قسم وقسم کے کرامات ظاہر ہونے لگے تو تمام خلقت ان کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس سے خلیفہ بغداد متوکل عباسی کے دل میں خوف پیدا ہوا۔ اس لئے اس نے حکم دیا کہ امام نقی کو مدینہ سے عراق بدر کیا جائے اور سر من رائے میں کہ جو سامرہ کے نام سے مشہور ہے رکھا جائے۔ جب حضرت امام اس وحشت کدہ میں پہنچے تو ان کے ایک محب نے کہ جس کا نام صالح ابن سعید تھا امام صاحب سے عرض کیا کہ اے ابن رسول صلعم! یہ لوگ تمام امور میں آپ کے خاندان کو حقیر جانتے ہیں اور اس ویران منزل میں جگہ دی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ ابن سعید تو ابھی اس مقام میں ہے (یعنی عالم اسباب میں پھنسا ہوا ہے) آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا، اس ابن سعید نے دیکھا کہ فوراً اس مقام پر ہرے بھرے باغ، بہتی ہوئی نہریں اور بلند محل پیدا ہو گئے۔ یہ دیکھ کر وہ حیرت زدہ ہوا۔ حضرت امام نے فرمایا اے ابن سعید ہم جہاں جائیں، یہ سب چیزیں ہمارے ساتھ ہیں اور ہمارے لئے یہ کوئی ویران اور وحشت بھری منزل نہیں ہے۔ شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری بیوی حاملہ ہے دعا فرمائیے کہ لڑکا پیدا ہو۔ آپ نے فرمایا لڑکا پیدا ہو گا اور اس کا نام محمد رکھنا،

Marfat.com

چند دنوں کے بعد اس کے لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام انھوں نے محمد رکھا۔ شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے امام صاحب کی خدمت میں آکر شکایت کی کہ کوفہ کا قاضی مجھ پر ظلم کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا، تین دن اور صبر کر۔ تین دن کے بعد وہ قاضی ملازمت سے معزول ہو گیا۔ شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ ایک بازی گر ہندوستان سے بغداد آیا اور خلیفہ متوکل کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ ایک دن متوکل نے اس سے کہا اگر تو ایسا شعبدہ دکھائے کہ جس سے امام علی بن محمد تقی شرمندہ ہو جائیں تو ایک ہزار دینار انعام دوں گا۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ جب امام نقی متوکل کی مجلس میں تشریف لے گئے، وہ بازی گر آیا اور امام صاحب کے پہلو میں بیٹھ کر بازی گری کرنے لگا۔ حضرت امام نے جس قدر بے توجہی فرمائی وہ باز نہ آیا۔ مجلس کے لوگوں نے بھی ہنسنا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر امام صاحب کو غصہ آیا۔ اس مجلس میں ایک تصویر کدہ تھا۔ جس پر شیر کی تصویر کھنچی ہوئی تھی۔ امام صاحب نے شیر کی تصویر کو حکم دیا کہ اس بازی گر کو پکڑ لو۔ چنانچہ وہ تصویر شیر مجسّم بن گئی اور شیر نے بازی گر پر ایک جست لگائی اور پاؤں کے نیچے روند ڈالا۔ متوکل نے عرض کیا کہ مہربانی فرما کر اس کی جان بچالیں۔ لیکن امام صاحب نہ مانے۔ شیر اس کو جان سے مار کر باہر چلا گیا۔ اس کے بعد کسی نے اسے نہ دیکھا۔ آپ کا وصال سوموار کے دن آخر ماہ جمادی الثانی یا ماہ رجب کی دو تاریخ کو ۲۵۴ھ میں خلیفہ مستنصر بن متوکل کے عہد حکومت میں ہوا۔ ایک روایت یہ ہے کہ خلیفہ مستنصر نے امام معصوم کو زہر دیکر ہلاک کیا اور سامرہ میں دفن کرایا۔ آپ کی عمر چالیس سال اور مدت امامت تینتیس سال اور چند ماہ تھی۔ آپ کے چار لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر آں گنجینۂ علم و حکمت آں نورِ مجسّم بے ظلمت

آں بالاتفاق مجتہد، ولی اور امام ابو مُحمّد حُسین بن علی رضی اللہ عنہ

آپ ائمہ اہل بیت میں سے گیارہویں امام ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی

Marfat.com

سوسن تھا۔ آپ کی ولادت سوموار کے دن دس ماہ ربیع الاول یا ربیع الآخر ۲۳۱ھ اور ایک روایت کے مطابق ۲۳۲ھ کو مدینہ میں ہوئی۔ گیارھویں امام کے نام اور کنیت کی مشابہت حضرت امام حسن بن علیؑ کے ساتھ تھی۔ آپ کے القاب ذکی، عسکری، خالص اور سراج ہیں۔ آپ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے وقت تیئیس ۲۳ سال کے تھے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ کی عمر بائیس سال تھی۔ جب اپنے والد کی مسند پر بیٹھے۔ آپ کے کمالات وکرامات کا ذکر اکثر کتابوں میں ملتا ہے

شواہد النبوت میں محمد بن علی بن ابراہیم بن موسےٰ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم افلاس میں مبتلا ہو گئے۔ میرے والد نے کہا آؤ امام محمد عسکری کی خدمت میں چلیں۔ اگر آپ پانچ سو درہم ہمیں دے دیں تو ہمارا کام بن جائے گا جب ہم امام عسکری کے دروازہ پر پہنچے، قبل اس کے کہ ہم کسی سے بات کرتے ان کے غلام نے باہر آکر کہا کہ علی بن ابراہیم (آنے والے کا نام ہے) اور اس کا لڑکا محمد اندر آجائیں۔ جب ہم اندر گئے تو ہم نے سلام کیا، امام صاحب نے فرمایا، اے علی تجھے کس چیز نے روک رکھا تھا کہ آج تک ہمارے پاس نہیں آئے۔ میرے باپ نے عرض کیا اے میرے آقا! مجھے شرم آتی تھی کہ اس حال میں آپکے سامنے حاضر ہوں۔ جب ہم ان سے رخصت ہوئے تو حضرت امام کے غلام نے باہر آکر میرے والد کے ہاتھ میں پانچ سو درہم کا ایک تھیلا دیا اور میرے ہاتھ میں تین سو درہم کا تھیلا دیا۔ اس نے کہا کہ اس رقم سے اپنا سامان خریدو لیکن کوہستان کی طرف نہ جاؤ بلکہ فلاں جگہ جاؤ کیونکہ وہاں تمہیں کافی نفع ہوگا۔ پس جس جگہ کا انھوں نے اشارہ فرمایا تھا ہم وہاں گئے، وہاں میری شادی ہو گئی اور مجھے ایک ہزار دینار بھی ملے۔

شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام کی خدمت میں آکر اپنی مفلسی کی شکایت کی۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چابک تھا جس سے آپ نے زمین کھودی۔ وہاں سے پانچ سو دینار برآمد ہوئے۔ آپ نے وہ رقم اس

Marfat.com

آدمی کو دے دی۔ حق تعالیٰ نے اپنے خزانوں کی چابیاں حضرت امام کے ہاتھ میں دے رکھی تھیں جو چاہتے تھے بلا تکلیف تصرف فرماتے تھے۔ یہ بھی شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ ایک شخص خلیفہ کے قید خانے میں مقید تھا۔ اس نے اپنی بے کسی اور قید کی گرانی کا حال حضرت امام کی خدمت میں لکھ کر ارسال کیا۔ وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ حضرت امام سے اپنی تنگ دستی دور کرنے کے لئے کچھ طلب کرے لیکن شرم کے مارے خط میں یہ بات نہ لکھ سکا۔ جب وہ خط حضرت امام کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ آج ظہر کی نماز کے وقت تم اپنے گھر میں پہنچ جاؤ گے۔ پس اسی روز اسے قید خانے سے خلاصی ملی اور ظہر کے وقت گھر پہنچ گیا۔ نیز حضرت امام نے اس کے دل کے خیال سے آگاہ ہو کر اس کے پاس ایک سو دینار بھی خرچ کرنے کے لئے ارسال فرما دیئے۔ آپ نے اسے ایک خط بھی لکھا جس میں آپ نے فرمایا کہ تمھیں آئندہ جو ضرورت ہو مجھ سے طلب کر لیا کرو۔ اور شرم نہ کرنا۔ کیونکہ جو کچھ مانگو گے تمھیں انشاءاللہ تعالیٰ ضرور مل جائے گا۔ آپ کے کمالات اس قدر ہیں کہ دائرہ تحریر سے باہر ہیں۔ آپ کا وصال جمعہ کے دن آٹھویں ماہ ربیع الاول یا ربیع الآخر ۲۶۰ھ کو خلیفہ معتمد کے عہد حکومت میں ہوا۔ تاریخ طبری میں یوں لکھا ہے کہ خلیفہ معتمد نے آپ کو زہر دی اور آپ کو اپنے والد بزرگوار کی قبر کے پاس بمقام سامرہ دفن کرایا۔ آپ کی عمر انتیس سال اور دوسری روایت کے مطابق اٹھائیس سال تھی۔ آپ کی امامت کی مدت سات سال تھی۔ ایک اور روایت کے مطابق چھ سال تھی۔ گیارہویں امام کا ایک لڑکا تھا جو امام محمد مہدی ہوں گے۔ رحمہ اللہ علیہ۔

ذکر آں آفتاب دین و دولت آں ہادی جمیع امم وملت

آں قائم مقام پاک احمدی امام برحق ابو القاسم محمد بن حسن مہدی رضی اللہ عنہ

آپ ائمہ اہل بیت میں سے بارہویں امام ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی

Marfat.com

نرجس (نرگس) تھا۔ آپ کی ولادت جمعہ کی شب پندرہویں ماہ شعبان ۲۵۵ھ کو ہوئی۔ شواہد النبوت کی روایت کے مطابق تیئیس ماہ رمضان ۲۵۸ھ بمقام سامرہ واقع ہوئی۔ بارہویں امام اسم شریف اور کنیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے۔ آپ کے القاب مہدی، حجت، قائم المنتظر، صاحب زمان، خاتم، اثنی عشر تھے۔ آپ کی عمر اپنے والد کی وفات کے وقت پانچ سال تھی کہ مسند امامت پر بیٹھے۔ جس طرح حق تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن ذکریا علیہما السلام کو لڑکپن میں حکمت وکرامت عطا فرمائی تھی۔ اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہم السلام کو بچپن میں پیغمبری جیسا بلند مرتبہ مرحمت فرمایا تھا۔ اسی طرح حضرت امام کو صغیر سنی میں امام بنایا۔ آپ کے کمالات اور کرامات اس قدر ہیں کہ اس کتاب میں ان کی گنجائش نہیں۔ ملاں عبدالرحمٰن جامیؒ شواہد النبوت میں حضرت امام علی نقی کی ہمشیرہ حلیمہؒ سے جو حضرت امام عسکری کے پاس رہتی تھیں روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن عسکری نے مجھ سے فرمایا کہ اے پھوپھی آج رات ہمارے گھر میں رہیں۔ آج اللہ تعالیٰ ہمیں نئی مخلوق عنایت فرمائیں گے۔ میں نے کہا بیٹے! نئی مخلوق کہاں سے آئے گی۔ نرجس میں تو کوئی علامت حمل ہی نہیں ہے۔ اس نے کہا اے پھوپھی! نرجس کی مثال حضرت موسےٰ علیہ السلام کی والدہ کی سی ہے کہ ان کا حمل بھی ولادت سے پہلے ظاہر نہ ہوا تھا۔ پس میں نے وہ رات وہاں گزاری۔ رات کو میں اٹھی اور نماز تہجد ادا کی۔ نرجس نے بھی نماز تہجد ادا کی میں نے کہا صبح ہونے والی ہے جو کچھ حسن عسکریؒ نے کہا تھا ظاہر نہ ہوا۔ حسن نے اپنی جگہ سے آواز دی کہ پھوپھی! جلدی مت کرو اور نرجس کے کمرے میں رہو۔ جب میں وہاں گئی تو نرجس میرے سامنے آئی۔ اس کا جسم کانپ رہا تھا۔ میں نے اسے اپنے سینے سے لگایا۔ اور قل ہو اللہ احد، انا انزلنا اور آیت الکرسی پڑھ کر اس پر دم کیا۔ جو کچھ میں نے پڑھا نرجس کے پیٹ سے بھی وہی پڑھنے کی آواز آئی تھوڑی دیر کے بعد سارا گھر روشن ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ بچہ زمین پر پڑا ہے اور

Marfat.com

سجدہ کر رہا ہے۔ میں نے اسے اٹھا لیا، حسن عسکری نے اپنے کمرے سے آواز دی کہ پھوپھی بچے کو میرے پاس لائیں۔ میں بچے کو ان کے پاس لے گئی۔ آپ نے اسے اپنی گود میں لیا، اپنی زبان ان کے منہ میں دے دی، اور کہا اے میرے فرزند! اللہ کے حکم سے بات کرو، یہ سنتے ہی بچے نے کہا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور دو تین آیات قرآن مجید سے پڑھیں۔ شواہد النبوت میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب وہ پیدا ہوئے دو زانو تھے اور شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ یہ بھی شواہد النبوت میں حلیمہ رحم سے روایت کی گئی ہے کہ اس وقت میں نے دیکھا کہ سبز رنگ کے پرندے نیچے اتر رہے ہیں۔ میں نے امام حسن عسکری رضی سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہیں، انھوں نے جواب دیا کہ جبرائیل علیہ السلام اور دیگر ملائک ہیں۔ پس امام حسن عسکری نے کہا کہ بچے کو اپنی ماں کے پاس لے جاؤ۔ جب میں اسے ماں کے پاس لے گئی تو وہاں دیکھا کہ ان کی ناف کٹی ہوئی تھی اور ختنہ ہوا، ہوا تھا۔ اور ان کے دائیں بازو پر یہ لکھا تھا جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ (حق آیا اور باطل بھاگ گیا۔ تحقیق باطل بھاگنے والا ہے) شواہد النبوت میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک آدمی نے امام ابو محمد عسکری کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ اے ابن رسول ؐ آپ کے بعد امام کون ہو گا۔ آپ اپنے گھر میں تشریف لے گئے اور اپنے لڑکے کو کندھے پر اٹھا کر لے لائے۔ بچے کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اس وقت اس کی عمر تین سال تھی۔ حضرت امام نے فرمایا کہ اے فلاں اگر تو حق تعالیٰ کے نزدیک گرامی نہ ہوتا تو میں اپنا بیٹا تم کو نہ دکھاتا اس کا نام اور کنیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک اور کنیت سے مشابہ ہے پس دنیا میں یہ عدل گستری کرے گا۔ اس وقت جب کہ جور و ظلم کا دور دورہ ہو گا۔ شواہد النبوت میں یہ بھی لکھا ہے کہ خلیفہ معتمد نے دو آدمی سامرہ کی طرف بھیجے، یہ کہہ کر کہ امام حسن عسکری فوت ہو گئے ہیں جلدی وہاں جاؤ اس

Marfat.com

کے گھر میں جاؤ، جو کوئی وہاں ملے اس کا سر کاٹ کر میرے سامنے لے آؤ۔ بس وہ دونوں ان کے گھر میں داخل ہوئے۔ درمیان میں ایک پردہ حائل تھا۔ انھوں نے پردہ اٹھایا، پردے کے پیچھے وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دریا بہہ رہا ہے اور اس دریا کی سطح پر مصلّیٰ بچھائے ایک نہایت خوبصورت جوان کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ یہ دونوں اس کے پاس گئے لیکن اس نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی، ان میں سے ایک آدمی نے یہ جسارت کی کہ ان کے قریب جاکر دیکھے، جونہی وہ آگے بڑھا دریا میں ڈوبنے لگا۔ دوسرے نے آگے بڑھ کر اس کو باہر نکال لیا۔ یہ دیکھ کر دونوں حیران ہوئے اور ان سے معذرت کرنے لگے کہ ہم نے اپنے اختیار سے یہ گستاخی نہیں کی، غرضیکہ ان لوگوں نے بسقدر اظہار عجز کیا انھوں نے ذرا بھر توجہ نہ کی۔ اس کے بعد وہ دونوں واپس خلیفہ معتمد کے پاس گئے اور جاکر سارا ماجرا بیان کیا۔ معتمد بھی بہت حیرت زدہ ہوا اور اس نے حکم دیا کہ یہ واقعہ کسی سے نہ کہنا۔ حبیب السیر میں لکھا ہے کہ اس امر پر تمام علماء عالی مقام کا اتفاق ہے اور امت محمدیہ کے تمام فرقے اس پر متفق ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ضرور ہوگا اور اس امام عالی مقام کے حسن اہتمام اور اجتہاد سے اور اس کے عدل و انصاف سے ساری دنیا جگمگا اٹھے گی لیکن اختلاف اس بات میں ہے کہ مہدی موعود [یعنی وہ امام مہدی جس کے آنے کا وعدہ کیا گیا ہے] امام محمد بن حسن عسکری ہوں گے یا بنی فاطمہؓ میں سے کوئی اور ہوں گے۔ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اہل بیت کا قائم مقام ایک ایسا شخص ہوگا جو اولاد فاطمہؓ میں سے آخری زمانے میں پیدا ہوگا۔ اہل سنت و جماعت امام محمد بن عسکری کو امام مہدی قرار نہیں دیتے چنانچہ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی اپنی کتاب عروہ میں لکھتے ہیں کہ امام محمد بن حسن عسکری جب لوگوں کی نظروں سے غائب ہوئے تو ابدال میں داخل ہو گئے۔ اس مرتبہ سے ترقی کر کے قطب اعلیٰ کے مرتبہ پر پہنچ گئے۔ اسی مرتبہ میں وفات پائی

Marfat.com

اور مدینہ منورہ میں دفن ہوئے۔ لیکن فرقہ امامیہ اثنی عشریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ امام مہدی وہی امام محمد بن حسن عسکری ہوں گے۔ وہ سامرہ میں روپوش ہو گئے اور جب مشیت ایزدی ہوگی وہ ظاہر ہوں گے۔ فرقہ امامیہ ایسے امام کو امام غیب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ایک غیبت قصری (یعنی قلیل مدت کے لئے غائب ہونا) جو امام حسن عسکری کی وفات سے انقطاع سفارت تک ہے اور دوسری غیبت طولی (یعنی طویل مدت کے لئے غائب ہونا) جو انقطاع سفارت سے لے کر اس وقت تک ہے جب وہ حق تعالیٰ کے حکم سے ظاہر ہوں گے۔ غیبت قصری کے دوران میں آپ صغیر سن تھے اور کوئی نہ کوئی صغیر سن شخص یکے بعد دیگر ان کے اور خلق کے درمیان وسیلہ ہوتا تھا تاکہ لوگوں کی حاجات اور سوالات ان تک پہنچائے اور جواب لے کر لوگوں تک پہنچائیں اس عرصہ میں ان سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ چنانچہ روضۃ الصفا اور حبیب السیر میں اس کا مفصل ذکر ہے۔ سفارت یعنی درمیانی وسیلے کا یہ زمانہ ایک شخص علی بن محمد پر ختم ہوا۔ علی بن محمد کی وفات (جو امامؑ اور لوگوں کے درمیان آخری سفیر تھے) ۳۲۶ھ میں واقع ہوئی۔ اس کے بعد کسی سفیر صغیر نے حضرت امام کو نہ دیکھا، نہ ان کی بات سنی۔ ایک فرقے کا یہ عقیدہ ہے کہ مہدی آخر الزمان حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہوں گے اور یہ روایت نہایت ضعیف ہے۔ کیونکہ احادیث صحیح و متواتر سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ مہدی آخر الزمان بنی فاطمہؓ سے ہوں گے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ تمام عارفین با تمکین بھی اسی بات پر متفق ہیں۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ نے فتوحات مکیہ میں مفصل لکھا ہے کہ مہدی آخر الزمان آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولاد فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ظاہر ہوں گے اور ان کا اسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی طرح ہوگا اور تین سو ساٹھ اولیاء اللہ ان کے ہمراہ ہوں گے۔ پس وہ دنیا

Marfat.com

کو ظلم وستم سے پاک کریں گے..... الی آخرہ۔

کتاب مقصد اقصیٰ میں لکھا ہے کہ شیخ سعدالدین حموی قدس سرہٗ نے امام مہدی آخرالزمان کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس میں انھوں نے امام آخرالزمان کے ساتھ ایسی چیزیں منسوب کی ہیں کہ کسی بنی بشر کے مقدور میں نہیں ہیں، جب ان کا ظہور ہوگا تو ولایت آشکارا ہو جائے گی اور مذہبی اختلاف اور برائی مٹ جائے گی۔ ولایتِ مطلق محمدی ان پر ختم ہو جائے گی جب کہ اس کتاب کے مقدمہ میں لکھا جا چکا ہے۔ جو کچھ عالی قدر اولیاء کرام اور عارفین نے اس بارے میں لکھا ہے بیان کر دیا گیا ہے بلکہ رسالہ مراۃ مدارس میں اس سے بھی زیادہ وضاحت کی گئی ہے۔

من وتو رفتہ وخدا ماندہ   کے بود خود ز خود جدا ماندہ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com